براءت علی از شرک جاہلی

از

اعلیحضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پیشکش : الرضا پبلیکیشن ۳۷، میمن واڑہ روڈ، ممبئی ۳

شائع کردہ رضا اکیڈمی ۵۲، ڈونٹاڈ اسٹریٹ، کھڑک، ممبئی ۹

سلسلۂ اشاعت نمبر ۱۲۹

براءتِ علی از شرکِ جاہلی

اصل نام تاریخی

تنزیہُ المکانۃِ الحیدریّۃِ ❊ عن وصمۃِ عہدِ الجاہلیّۃِ

۱۳ ھ ۱۲

تصنیف

اعلیحضرت امام اہلِ سنت مجدد دین وملت

مولانا شاہ احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بفیض حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترتیب وترجمہ

(مولانا) محمد احمد مصباحی صدر المدرسین فیض العلوم محمد آباد گوہنہ

رضا اکیڈمی

۵۲ رڈونشاڈ اسٹریٹ، کھڑک، ممبئی ۹

فیکس: ۶۶۵۹۲۳۶ فون: ۲۲-۶۶۳۴۱۵۶۰

سنِ اشاعت ۱۴۱۸ھ

تقریب و تفہیم

باسمہ وحمدہ والصلوٰۃ علیٰ حبیبہ وجنودہ

امام احمد رضا قدس سرہ کے رسائل وفتاویٰ کا کمال یہ ہے کہ موضوع کی اصل روح پورے رسالہ میں کار فرما رکھتے ہوئے اس کے متعلقات پر بھی مختصر اور جامع لفظوں میں گفتگو کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور بہت سے دقیق علمی مسائل کو بھی دوران تحریر عربی میں بیان کر دیتے ہیں۔ جن کے نہ ہونے میں مصنف کو تشنگی کا احساس ہوتا تھا، اور اردو میں لانے سے عوام کو اس سے دلچسپی نہ ہوتی بلکہ وقت و پریشانی کا خیال کرتے۔ اس لئے علماء کے افادہ وتفہیم اور متعلقات کی تکمیل کے پیش نظر سلاست ومعنویت سے بھرپور عربی میں فوائد کا ایک ذخیرہ جمع کر دیتے ہیں ــــ اس طرح بالعموم یہی یہ نظر آتا ہے کہ جب وہ کسی ایک مسئلہ کی تنقیح وتحقیق فرماتے ہیں تو اس کے تحت دوسرے بہت سے اہم مسائل کا بھی تصفیہ وتذکرہ ہو جاتا ہے۔

اگر دور حاضر کے ترقی یافتہ اور دلفریب قسم کے طول طویل انداز نگارش میں امام موصوف کے کسی رسالہ کے تمام مشتملات کو سامنے رکھ کر شرح وبسط کے ساتھ لکھا جائے تو ان کا بیس صفحہ کا رسالہ دو سو صفحات تک جا سکتا ہے اور بعض رسائل میں اس سے زیادہ صفحات صرف ہوں گے ــــ اس لحاظ سے بلاشبہہ ان کا ہر رسالہ ایک ضخیم کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔

زیر نظر رسالہ اسی رسالہ "تنزیہ المکانۃ الحیدریہ" میں اصل موضوع صرف یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت اور اعلان نبوت سے پہلے بھی شرک وکفر سے محفوظ تھے۔ لیکن اس مسئلہ کی تحقیق وتنقیح میں درج ذیل مسائل بھی حل ہو گئے۔

(۱) زمانۂ فترت والوں کے کفر وایمان اور عذاب ونجات کا مسئلہ۔ (ص ۱۵ تا ص ۲۴)

(۲) اس سلسلہ میں اہل سنت کے علماء اشاعرہ وماتریدیہ کا موقف۔ (ص ۱۶ تا ص ۲۷)

(۳) اصول فقہ اور علم کلام کا معرکۃ الآرا مسئلہ کہ اشیاء کا حسن وقبح شرعی ہے یا عقلی؟ (ص ۲۸ تا ص ۳۰)

(۴) بچہ پر اس کے والدین کی تبعیت میں کفر کا حکم کب اور کس طرح عائد ہو سکتا ہے؟۔ (ص ۱۳ تا ص ۳۰)

(۵) روافض کے اس خیال کا رد کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتداءً حالت کفر میں تھے۔ لہذا انکی خلافت صحیح نہ ہوئی۔ (ص ۳۴ تا ص ۳۷)

(۶) تفضیلیہ کے اس وہم کا ازالہ کہ ابتداء حیات سے آخر عمر تک ثبوت اسلام صرف جناب مرتضیٰ کا خاصہ ہے۔ لہذا وہ خلفائے ثلثہ سے افضل ہیں۔ (ص ۳۷ ص ۳۸)

(۰) علی مرتضیٰ آٹھ دس برس کی عمر میں اسلام آئے اس پر کچھ لوگوں نے شبہہ ظاہر کیا کہ گویا پہلے مسلمان تھے جب تو مسلمان ہوئے اس شبہہ کا نفیس ازالہ۔ (ص ۳۶۔ ص ۳۹)

ان مسائل کے ساتھ عربی میں بھی بعض نکات وافادات تحریر فرمائے ہیں جن سے علماء کو خاص طور پر دلچسپی ہونی چاہئے۔ موجودہ ایڈیشن میں ان عبارتوں اور دوسری حوالہ کی عبارتوں کا بھی ترجمہ کر دیا گیا ہے کیونکہ اب ہمارے بعض اردو داں قارئین بھی علمی مسائل شوق سے پڑھنے اور سمجھنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ ان کے ذوقِ طلب کا لحاظ ضروری ہے۔) یوں ہی کتب حوالہ کے صفحات وجلد وغیرہ کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔

(حاصلِ رسالہ)

میں چاہتا ہوں کہ چند صفحات میں یہ بیان کر دوں کہ ان سارے مسائل کو اصل موضوع سے کس طرح تعلق ہوا اور وہ کیسے زیر بحث آگئے۔ ساتھ ہی پورے رسالہ کا ایک مختصر خاکہ بھی پیش کرنے کی کوشش ہوگی۔

سوال اول کے تحت یہ ذکر تھا کہ علی مرتضیٰ کے والدین حالت کفر پر تھے۔ اور بچے والدین کے تابع ہوتے ہیں لہذا کہا جاسکتا ہے کہ علی مرتضیٰ پہلے کافر تھے پھر مسلمان ہوئے۔

اس کے جواب میں مصنف قدس سرہ حضرت علی مرتضیٰ کی حیات ظاہری کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے اختلافی حصہ پر بھرپور گفتگو فرماتے ہیں۔

(۱) ان کی زندگی کا ایک حصہ تو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت سے روز شہادت تک کا ہے۔ بعد بعثت حضرت علی مرتضیٰ فوراً تصدیق وایمان سے مشرف ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر آٹھ دس سال تھی۔ اور یہ امر یقینی ہے کہ جو سمجھ دار بچہ اسلام لائے وہ مسلمان ہو کر اپنی مستقل حیثیت حاصل کر لیتا ہے اور والدین کے تابع شمار نہیں ہوتا۔ لہذا بعد بعثت تو یہ [illegible] کی گنجائش ہی نہیں کہ وہ والدین کے تابع شمار ہو کر حکم کفر کے تحت آسکیں۔

(۲) اس سے قبل ان کی زندگی کا وہ حصہ ہے جب ابوطالب کی پرورش سے نکل کر پناہِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کفالت وتربیت میں آئے۔ یہ بعثت سے چند برس پہلے کی بات ہے جب قریش قحط عام میں مبتلا ہوئے۔ ابوطالب کی پریشانی وزیرباری دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جناب علی کو اپنے یہاں لائے اور جعفر کو حضرت عباس کی کفالت میں دیا۔ (زندگی کا یہ حصہ تین چار برس کی عمر سے آٹھ دس برس کی عمر تک کا ہوگا)۔ سرکار کی پرورش میں آنے کا اثر یہ ہوا کہ یہ خوش نصیب بچہ ہوش سنبھالتے ہی توحید آشنا اور حق پسند وحق پرست بن گیا۔ اور ایک لمحہ کے لئے بھی بتوں کی نجاست سے اس کا دامن آلودہ

نہ ہوا۔

(۳) زندگی کا تیسرا حصہ روزِ پیدائش سے چند برس تک کا ہے۔ جب بچہ کو نفع و ضرر کی تمیز ہوتی ہے نہ کفر و ایمان کی شناخت نہ دوست و دشمن کی پہچان۔

کون کہہ سکتا ہے کہ کوئی بچہ حقیقۃً اس حصۂ زندگی میں ارتکابِ کفر سے آلودہ ہوا؟ کفر تکذیب اور جھٹلانے کا نام ہے۔ تکذیب کے لئے سمجھ ہونی ضروری ہے جب بچہ بالکل ناسمجھ ہے تو تکذیب و کفر سے اس کے آلودہ اور متصف ہونے کا سوال ہی نہیں اور جو کفر سے موصوف نہیں اُسے حقیقۃً کافر قرار دینے کی کوئی صورت نہیں ـــــ ہاں ایسے بچہ کو بعض صورتوں میں حکماً اور تبعاً کافر کہا جاسکتا ہے۔ مگر کب اور کیسے؟ یہی اصل بحث ہے کہ بچپن کے اس حصۂ زندگی میں علی مرتضیٰ کو حقیقۃً نہ سہی حکماً اور تبعاً کافر کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس بحث کی تحقیق کے لئے حضرت مصنف قدس سرہ نے فرمایا:-

جس کے ماں باپ دونوں کافر ہوں اسے ان دونوں کے تابع شمار کرکے حکماً کافر کہا جاسکتا ہے جب کہ تابع ہونا متصور بھی ہو ورنہ نہیں ـــــ جیسے وہ بچہ جسے دار الحرب[1] سے گرفتار کرکے دار الاسلام[2] میں لائیں اور اس کے ماں باپ دار الحرب میں رہ جائیں۔ یہاں بچہ کے ماں باپ دونوں زندہ و موجود اور حالتِ کفر پر ہیں مگر وہ دار الحرب میں ہیں۔ یہ دار الاسلام میں آگیا ـــــ تب دار بدل گیا تو کوئی وجہ نہیں کہ دار الاسلام کے بچہ کو دار الحرب کے کسی کافر کے تابع قرار دیا جائے۔ اس صورت میں بچہ کے ماں باپ تو ضرور کافر ہیں مگر بچہ کے لئے ان کی تبعیت متصور نہیں۔ اس لئے وہ حکماً بھی کافر نہ قرار دیا جاسکے گا بلکہ قید کر کے لانے والے مسلمان یا دار الاسلام کے تابع ہو کر مسلمان شمار ہوگا۔ (درمختار ج ۱ ص ۴۷)

اس تمہید سے معلوم ہوا کہ چند سالہ ابتدائی زندگی میں علی مرتضیٰ پر تبعاً اور حکماً کفر ثابت ہونے کے لئے دو باتوں کا تسلی بخش ثبوت فراہم ہونا ضروری ہے۔

امرِ اول یہ کہ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی والدہ فاطمہ بنت اسد اور ان کے والد ابوطالب دونوں اس وقت کافر تھے۔

امرِ دوم اُس زمانہ میں بھی بچہ کو کافر ماں باپ کے تابع قرار دیکر کافر شمار کرنے کا حکم صادق و ثابت تھا۔

○ - اگر امرِ اول مفقود ہے اور علی مرتضیٰ کے ماں باپ میں سے کسی ایک کا بھی اس وقت مسلمان ہونا ثابت

---

[1] کفار کی وہ مملکت جہاں اسلامی شعائر یکلخت بند کر دیئے گئے ہوں ۱۲ [2] دار الاسلام مملکت اسلامی کو کہتے ہیں یا ایسی مملکت کو جہاں پہلے اسلامی حکومت رہی ہو پھر کفار کا تسلط ہو گیا ہو مگر جملہ اسلامی شعائر بند نہ کئے گئے ہوں۔ ہندوستان پر حکومت اسلامی کے بعد جب انگریزوں کا تسلط ہوا تو جملہ اسلامی شعائر بند نہ ہوئے جب آزادی کے بعد جمہوری حکومت قائم ہوئی تو خود مسلمان بھی شریک حکومت قرار پائے اس لئے ہندوستان انگریزوں کے دور میں بھی دار الاسلام رہا اور اس کے بعد تو اس سے ادنیٰ طریقہ پر دار الاسلام ہے ۱۲۔ م

ہوگیا تو علی مرتضیٰ پر حکم کفر کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ بلکہ مسلمان ماں باپ کے تابع قرار دے کر خود انھیں بھی مسلمان شمار کیا جائے گا۔ اس پر علماء اسلام کی واضح تصریحات موجود ہیں کہ دین کے لحاظ سے ماں باپ میں جو افضل ہو بچہ اسی کے تابع ہوتا ہے لہٰذا کسی بچہ کو حکماً کافر ثابت کرنے کے لئے اس کے ماں باپ دونوں ہی کو کافر ثابت کرنا ضروری ہے۔

○ اگر امر اول صادق ہوگیا ــــــ یعنی بالفرض کسی طرح علی مرتضیٰ کے ماں باپ دونوں ہی کا اس وقت کافر ہونا ثابت ہوگیا۔ لیکن امر دوم مفقود ہے۔ یعنی اس وقت علی مرتضیٰ پر حکم تبعیت لگانے کا جواز و ثبوت نہیں ــــــ تو بھی حکم کفر سے ان کی برات ثابت ہو جائے گی۔ ایسی صورتیں بھی پیش آتی ہیں کہ ماں باپ دونوں کے کافر ہونے کے باوجود بچہ کو ان کا تابع اور کافر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس کی ایک مثال درمختار کے حوالے سے اوپر بیان ہوئی۔

اولاً اور **ثانیاً** کے تحت امر اول پر گفتگو کرتے ہوئے امام احمد رضا قدس سرہ نے یہ بیان کیا ہے کہ اس زمانہ میں حضرت علی کے باپ اور ماں دونوں ہی کا کافر ہونا کسی قول پر کسی دلیل سے کسی طرح ثابت نہیں ہوتا تو علی مرتضیٰ پر ان کی تبعیت میں حکم کفر کی گنجائش ہی نہیں۔

پھر **ثالثاً** کے تحت امر دوم پر کلام فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ اس وقت ماں باپ دونوں ہی کافر تھے تو بھی علی مرتضیٰ کو بحکم تبعیت کافر گردانے کی صورت نہیں پائی جاتی۔

امر اول کی تنقیح

اولاً یہ دیکھا جائے کہ علی مرتضیٰ کی زندگی و طفلی کا ابتدائی چند سالہ زمانہ کون سا زمانہ تھا اور اس کا حکم کیا ہے؟ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل کئی سو برس کا زمانہ وہ ہے جسے "عہدِ فترت" کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ اس طویل زمانہ میں انبیاء و رسل علیہم السلام کی آمد کا سلسلہ منقطع تھا اور گذشتہ انبیاء کرام کی دعوت و تبلیغ کے آثار تقریباً محو ہو چکے تھے۔ حضرت علی کی پیدائش سے لے کر چند برس بعد والا زمانہ بھی حضور کی بعثت سے پہلے کا ہے۔ اور عہد فترت ہی میں شامل ہے۔ لہٰذا اس وقت علی مرتضیٰ کے والدین زمانۂ فترت والوں کے حکم میں آئیں گے۔ اُن کا جو حکم ہوگا اِن کا بھی ہوگا۔ اب یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ زمانۂ فترت والے کیسے کیسے تھے اور ان کے کفر و ایمان، نجات و عقاب سے متعلق علماء اسلام نے کیا فرمایا ہے؟ ــــــ یہ خود ایک معرکۃ الآرا مسئلہ ہے۔ لیکن اس کا تفصیلی تذکرہ کئے بغیر زیر بحث مسئلہ طے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے حضرت مصنف قدس سرہ نے فرمایا۔

اہل فترت جنھیں انبیاء کرام کی دعوت نہ پہونچی۔ **تین قسم** کے ہیں۔

① **موحّد**۔ جنھیں اس عالمگیر اندھیرے میں بھی نور ہدایت نے روشنی دکھائی اور وہ کم ازکم توحید کے

قائل رہے۔

(۲) مشرک۔ جو اپنی جہالت وگمراہی سے غیر خدا کو پوجنے لگے۔

(۳) غافل۔ جنھوں نے اعتقادیات میں غور وفکر ہی نہ کیا، یا اس کی مہلت ہی نہ پائی اور غفلت میں رہ کر جانوروں کی طرح صرف کھانے کمانے سے کام رکھا۔

آخرت میں یہ تینوں قسم کے اہل فترت نجات پائیں گے یا عذاب میں رہیں گے؟۔ اس سلسلہ میں ایک قول جمہور ائمہ اشاعرہ اور ماتریدیہ میں سے ائمہ بخارا کا ہے۔ دوسرا قول امام نووی وامام رازی کا ہے۔ تیسرا قول جمہور ائمہ ماتریدیہ کا ہے لہ ہر قول کو سامنے رکھ کر یہ دیکھنا ہے کہ علی مرتضیٰ کے والدین پر جو اہل فترت ہی میں ہیں، کفر کا حکم لگتا ہے یا نہیں؟۔ اگر ان پر حکم کفر ثابت نہیں تو علی مرتضیٰ پر بھی نہیں۔

(۱) حضرات اشاعرہ اور ائمہ ماتریدیہ میں سے اہل بخارا اُس زمانہ کے موحّد، مشرک، غافل تینوں قسم کے لوگوں کو نجات والا مانتے ہیں ـــــ اس قول کی بنیاد پر فترت والوں کو تا زمانۂ فترت کافر نہ کہا جائیگا کیوں کہ:۔ اہل فترت ناجی ہیں ـــــ اور کوئی ناجی کافر نہیں تو اہل فترت کافر نہیں ـــــ اسکے لئے ائمہ اشاعرہ میں سے کوئی انھیں مسلم کہتا ہے اور کوئی معنی مسلم میں کہتا ہے۔ (کوئی کافر ناجی نہیں)

اب والدین علی مرتضیٰ کو دیکھئے وہ بھی اس وقت اہل فترت میں شامل تھے اور اہل فترت کافر نہیں تو وہ بھی اس وقت کافر نہیں۔ ہاں ابو طالب حضور اقدس پر ایمان نہ لائے تو ان پر حکم کفر ضرور ہو گا مگر اس وقت ہوگا جب بعد بعثت سرورِ کائنات علیہ الصلوات والتحیات انھوں نے تسلیم واسلام سے انکار کر دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب علی مرتضیٰ خود اسلام لا کر اپنی مستقل حیثیت اختیار کر چکے تھے اور ماں باپ میں سے کسی کے تابع بنانے کا سوال ہی نہ رہ گیا تھا۔ جیسا کہ ابتداءً ذکر ہوا کہ جو عاقل بچہ اسلام قبول کرلے وہ مسلمان ہو گا اور ماں باپ کی تبعیت سے نکل کر مستقل بالذات ہو جائے گا۔

(۲) دوسرا مذہب اشاعرہ میں سے امام نووی وامام رازی کا ہے یہ تینوں قسم کے لوگوں کو نجات والا نہیں مانتے بلکہ ان میں سے مشرکوں کو عذاب والا کہتے ہیں ـــــ البتہ موحدوں اور تمام غافلوں کو دیگر ائمہ اشاعرہ کی طرح یہ حضرات بھی نجات والا ہی مانتے ہیں۔

(۳) تیسرا مذہب جمہور ائمہ ماتریدیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا ہے۔ ان کے نزدیک مشرکوں کا حکم عقاب ہے اور موحدوں کا حکم نجات ہے۔ جیسا کہ امام نووی ورازی نے فرمایا۔ لیکن ائمہ ماتریدیہ غافلوں کو دو قسموں

لہ اہلسنت میں ایک گروہ امام ابوالحسن اشعری کے متبعین کا ہے جو اشاعرہ کہلاتا ہے۔ دوسرا امام ابومنصور ماتریدی کے موافق ہے جو ماتریدیہ سے موسوم ہے۔ دونوں کے اندر فروع عقائد میں کچھ اختلافات ہیں۔ جیسے فروع احکام حنفیہ وشافعیہ وغیرہم کے درمیان اختلافات ہیں۔ مگر دونوں گروہ حق پر ہیں اور کوئی کسی کو گمراہ بھی نہیں کہتا، زیادہ سے زیادہ ہر ایک اپنی دلیل کے پیش نظر اپنے کو درستی پر اور دوسرے کو غلطی پر کہہ سکتا ہے۔ یہ دلائل ہی صریح اور قطعی واجماعی نہیں ورنہ اختلاف ہی نہ ہوتا ۱۲۔ محمد احمد مصباحی

ہیں تقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان میں جسے فکر و تامل کا موقع نہ ملا وہ تو نجات والا ہے۔ اور جسے فکر و تامل کا موقع ملا پھر بھی غفلت ہی میں پڑا رہا وہ عقاب والا ہے۔

بہر حال موحدین اور وہ غافلین جنھیں مہلتِ فکر و تامل نہ ملی متفقہ طور پر ناجی ہیں۔ عذاب والے ہونگے تو صرف مشرکین یا وہ غافلین بھی جنھیں فکر و تامل کا موقع ملا اور توحید ترک کی۔

اب ان دونوں مذہبوں کا خلاصہ سامنے رکھتے ہوئے اسلام علی مرتضیٰ کو دیکھئے والدین میں سے جو باعتبار دین افضل ہو بچہ اسی کے تابع قرار پائے گا۔ لہذا اگر صرف والدہ کا بھی موحدہ یا غافلہ ہونا مانا جائے تو یقیناً وہ ناجی اور غیر کافر ہیں اور جناب مرتضیٰ ان کے تابع ہو کر قطعاً غیر کافر ہونگے ——— مخالف اگر حکم کفر لگانا چاہتا ہے تو اسے ثابت کرنا ہوگا کہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس زمانہ میں موحدہ یا غافلہ نہ تھیں بلکہ اُن لوگوں میں تھیں جنھوں نے شرک اختیار کیا یا فکر و تامل کا موقع پاکر بھی توحید سے اجتناب کیا ——— حالانکہ عورتیں عموماً غافلہ ہوتی ہیں اور اُس زمانہ کی عورتوں کا کیا کہنا؟ جیسا کہ علامہ زرقانی و سیوطی کے حوالہ سے گذرا کہ وہ ایسا سخت تاریک دور تھا کہ عورتیں درکنار مردوں کو بھی راہ نہ دکھائی دیتی تھی بلکہ عموم غفلت والے ہوتے تھے۔

مخالف جو دلیل رکھتا ہو پیش کرے اور نہ پیش کر سکے تو اسے محض اپنے تراشیدہ اوہام کی بنا پر یہ کہنے کا حق ہرگز نہیں کہ علی مرتضیٰ کے والد اور والدہ دونوں ہی کافر تھے جن کی تبعیت میں جناب مرتضیٰ بھی پر حکم کفر عائد ہوتا ہے۔

مسلم و نصرانیہ کے زنا سے پیدا شدہ بچے کے اسلام و کفر سے متعلق علامہ شامی کی ایک عبارت یہاں پیش فرمائی ہے جس کے آخر میں ہے کہ دین کے معاملہ میں احتیاط ہی مناسب ہے۔ اور کفر سب سے بدتر برائی ہے تو جب تک صریح ثبوت فراہم نہ ہو جائے کسی پر حکم کفر لگانا شایاں نہیں۔"

مسلم و نصرانیہ کے زنا سے پیدا شدہ بچے کے متعلق علماء کی ہدایت یہ ہے۔ اور اسد اللہ الغالب جناب علی مرتضیٰ کے بارے میں مخالف کی بلا دلیل جسارت دیکھئے۔ اس جرأت کی بھی کوئی حد ہے؟

ثانیاً

اب تک اہل فترت کے اشخاص کی بنیاد پر کلام تھا۔ یہاں ثبوت احکام کی بنیاد پر گفتگو کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ اس وقت علی مرتضیٰ کو بحکم تبعیت کافر شمار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔

یہ اصول فقہ اور علم کلام کا ایک اہم مسئلہ ہے کہ اشیاء کا حسن و قبح عقلی ہے یا شرعی؟ ——— یہ تو مسلّم ہے کہ خداوند حکیم نے جس چیز کا حکم دیا وہ ضرور اچھی ہے اور جس سے روکا وہ قطعاً بری ہے لیکن سوال یہ ہے کہ شریعت وارد ہونے سے پہلے بجائے خود ان چیزوں میں کوئی اچھائی یا برائی تھی یا نہیں؟

ائمہ اشاعرہ کا اس پر اجماع ہے کہ قبل شریعت اچھائی، برائی، ایمان، کفر کچھ بھی نہیں۔ اشیاء کا حسن و قبح محض شرعی ہے اور حکم بھی صرف شرعی [1]

دوسرا مذہب بعض ائمہ ماتریدیہ کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اشیاء کا حسن و قبح عقلی ہے۔ یعنی شرع پر موقوف نہیں۔ اور بجائے خود اشیاء میں اچھائی برائی موجود ہوتی ہے۔ لیکن اتنے سے بندہ کے ذمہ نہ کچھ واجب ہوتا ہے نہ کچھ حرام ہوتا ہے۔ یہ حضرات بھی قبل شرع کسی حکم کا ثبوت نہیں مانتے۔

تیسرا مذہب جمہور ائمہ ماتریدیہ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں افعال کا حسن و قبح عقلی ہے یعنی اشیاء میں خود اچھائی برائی ہوتی ہے جس کی بنیاد پر خدا کی طرف سے اچھی چیزوں کے کرنے کا، اور بری چیزوں سے بچنے کا حکم ہوتا ہے۔ لیکن عقل ساری چیزوں کی اچھائی برائی کے ادراک سے قاصر ہے۔ البتہ بعض واضح چیزیں وہ ہیں جن کی اچھائی برائی کا عقل ادراک کر لیتی ہے تو ان چیزوں میں خدا کی طرف سے بندہ کے ذمہ حکم متعلق ہو جائے گا۔ ہاں خلاف ورزی پر آخرت میں عقاب کو یہ حضرات واجب نہیں کہتے کیونکہ عفو ممکن ہے۔

اس بنیاد کی روشنی میں وہ فرماتے ہیں کہ ایمان و توحید اور شکر منعم کی اچھائی کفر و انکار اور ناشکری کی برائی عقل خود جان لیتی ہے تو شریعت آنے سے پہلے بھی توحید و شکر کی بجا آوری اور کفر و ناشکری سے اجتناب ضروری ہے ـــــ ہاں دنیا و آخرت کے تمام تفصیلی احکام کا عقل ادراک نہیں کر پاتی اس لئے قبل شریعت ان کا لزوم نہیں۔

اب زیر بحث مسئلہ کو دیکھئے پہلے دونوں قول پر قبل شرع جب کوئی حکم نہیں تو کفر بھی نہیں کیونکہ کفر سب سے بدتر معصیت ہے۔ معصیت حکم کی مخالفت کا نام ہے۔ حکم ہی نہیں تو مخالفتِ حکم کیسے ہوگی۔ اور جب اسوقت سرے سے کوئی معصیت نہیں تو سب سے بڑی معصیت کفر بدرجۂ اولیٰ نہیں۔ جب کفر نہیں تو اس وقت کوئی کافر بھی نہیں ـــــ لہٰذا قبل بعثت کے اس زمانہ میں ابوطالب پر بھی حکم کفر نہیں۔ جب ان پر نہیں تو حضرت مرتضیٰ پر ان کی تبعیت میں کیوں کر ہوگا؟۔ اور بعد بعثت جب ابوطالب پر حکم کفر ہوا تو اس وقت علی مرتضیٰ خود خود اسلام لاکر مستقل بالذات اور حکم تبعیت سے بری ہو چکے تھے۔

جمہور ائمہ ماتریدیہ کے مذہب، یعنی تیسرے قول کی بنا پر قبل شریعت بھی بندہ کو اختیارِ توحید اور اجتنابِ شرک لازم ہے۔ تو اس کی کیا دلیل ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کی والدہ فاطمہ بنت اسد نے اس زمانہ میں توحید

---

[1] (۱) فعل کے اچھے برے ہونے کا ایک معنی اس کا صفت کمال یا صفت عیب ہونا جیسے علم کا اچھا اور جہل کا برا ہونا (۲) دوسرا معنی، فعل کا دنیوی غرض کے موافق یا ناموافق ہونا (۳) تیسرا معنی، اس کے کرنے والے کا آخرت میں مستحق ثواب ہونا، یا اس کے فاعل کا آخرت میں قابلِ عذاب ہونا ـــــ پہلے دو معنی پر تو افعال کا حسن و قبح بالاتفاق عقلی ہے یعنی شریعت پر موقوف نہیں۔ اگر شریعت نہ ہوتی تو بھی بعض افعال صفاتِ کمال ہوتے اور بعض صفاتِ عیب ـــ یوں ہی بعض غرض دنیوی کے موافق ہوتے بعض ناموافق ـــ لیکن تیسرا معنی اختلافی ہے جس کی تفصیل اوپر ذکر ہے۔ ۱۲ محمد احمد

ترک کی اور شرک سے اجتناب نہ کیا ہو۔ پہلے مخالف اسے ثابت کرے پھر علی مرتضیٰ پر کوئی حکم لگانے کی جسارت کرے۔

ثالثًا

اگر بطور تنزّل مان لیا جائے کہ اُس زمانۂ فترت میں زن و شو فاطمہ و ابو طالب دونوں ہی کے لئے کفر ثابت تھا تو بھی علی مرتضیٰ پر ان کی تبعیت میں حکمِ کفر لگانے سے پہلے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ اس وقت حکمِ تبعیت صادق و ثابت تھا۔

نگاہِ انصاف کی ضرورت ہے۔ بچہ کو والدین یا دار الحرب کی تبعیت میں کافر کہنے کا کیا مطلب ہے؟ اگر یہ کہیں کہ وہ حقیقۃً کافر ہے تو بداہۃً غلط اور باطل ہے۔ کیونکہ گذر چکا کہ کفر تکذیب ہے۔ تکذیب کے لئے تمیز و ادراک ضروری ہے۔ تمیز و ادراک ہی نہیں تو حقیقتِ تکذیب و انکار بھی ہرگز نہیں۔

لہذا یہی معلوم ہوا کہ بچہ کو کافر کہنا حقیقۃً نہیں حکمًا ہے۔ حکمًا کا یہ مطلب ہے کہ بچہ کے لئے از روئے شرع وہ احکام ہوں گے جو اس کے ماں باپ یا اہلِ ملک کے لئے ہوں گے۔ اور یہ احکام بھی احوالِ آخرت سے متعلق نہیں بلکہ صرف احوالِ دنیا سے متعلق ہیں۔ مثلًا وہ مرجائے تو اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھیں گے، مسلمانوں کی طرح غسل و کفن نہ دیں گے، مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کریں گے۔

جب یہ تبعیت صرف احکامِ دنیا میں ہے تو تبعیت ثابت ہونے سے پہلے احکامِ دنیوی کا وجود ضروری ہے اگر دنیا میں کوئی حکم ہی نہ ہو تو تبعیت کس چیز میں ہوگی ——— یہ ثابت ہو چکا کہ حضرات اشاعرہ و ماتریدیہ کے مذکورہ تینوں اقوال کی روشنی میں اس طرح کے احکامِ دنیوی شریعت سے پہلے ہرگز نہ تھے تو اس وقت کسی ناسمجھ بچے کا اپنے والدین کی تبعیت میں کافر قرار پانے کا حکم بھی ہرگز نہ تھا کہ اس وقت نہ حکم نازل تھا نہ حکم میں تبعیت حاصل۔

اس تحقیق سے روشن ہوگیا کہ تبعًا حکمًا اسمًا وصفًا کسی طرح یہ لفظ (کافر) حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پر کسی وقت صادق نہ ہوا۔ روزِ الست سے ابد الآباد تک ان کا دامن اِس آلودگی سے پاک و صاف رہا۔

والحمد للہ رب العٰلمین ———————

برات حیدری کے بعد برات صدیقی کو تکمیل میں بیان فرمایا ہے۔ اور سوال دوم کے جواب میں مزید تفصیل و وضاحت کرتے ہوئے روافض و تفضیلیہ کے خیالات و اوہام کا رد کیا ہے۔ اور دوسرے تیسرے دونوں سوالوں کے جواب میں کئی طرح یہ دکھایا ہے کہ اسلام لانا، سابقہ اسلامِ فطری کے منافی نہیں ——— تفصیلات اور حوالے مع ترجمہ اصل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

محمد احمد مصباحی
فیض العلوم محمد آباد گوہنہ۔ اعظم گڈھ، یوپی

پنجشنبہ ۲۳ر ذوالحجہ ۱۴۰۴ھ
۲ر ستمبر ۱۹۸۴ء

تَنْزِیْہُ الْمَکَانَۃِ الْحَیْدَرِیَّۃ عَنْ وَصْمَۃِ عَھْدِ الْجَاھِلِیَّۃ

زمانۂ جاہلیت کے عیب سے مقامِ حیدری کی پاکی کا بیان

۱۳ ھ ۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ :۔ از بنارس کندی گڈھ ٹولہ مسجد بی بی راجی شفاخانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ۔

بخدمت لازم البرکت، جامع معقول و منقول، حاوی فروع و اصول، جناب مولینا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدّ اللہ فیضانہ از جانب خادم الطلبہ عبدالغفور سلام علیک قبول باد اس مسئلہ میں یہاں درمیان علماء کے اختلاف ہے لہٰذا مسئلہ ارسالِ خدمت لازم البرکت ہے امید کہ جواب سے مطلع فرمائیں۔

زید کہتا ہے کہ جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ چونکہ قبل از بلوغ ایمان لائے اور نہ پہلے بت پرستی شرک و کفر وغیرہ کے آپ مبتلا ہوئے۔ نیز بلحاظ حدیث شریف کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ الخ یہ کہنا کہ آپ پہلے کافر تھے بعد ازاں مسلمان ہوئے صحیح نہیں اور جملۂ مذکور بہ نسبت آپ کے سوئے ادب میں داخل ہے۔ عمرو کہتا ہے چونکہ اطفال تابع والدین کے ہوتے ہیں اور والدین آپ کے حالتِ کفر پر تھے لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ پہلے علی مرتضیٰ کافر تھے بعد ازاں مسلمان ہوئے فقط۔ اس صورت میں زید کا قول صحیح ہے یا عمرو کا۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَرَّمَ وَجْہَ عَلِیِّ الْمُرْتَضٰی ؛ فَلَمْ یَزَلْ مَحْفُوْظًا مِّنْہُ بِعَیْنِ الرِّضٰی ؛ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی السَّیِّدِ الْعَلِیِّ الرَّضِیِّ الْاَرْضٰی ؛ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ یَوْمَ

فَصْلِ الْقَضَاءِ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَنْ یَّاْتِیْ وَمَضٰی ۔ [1]

قولِ زید حق وصحیح وقولِ عمرو باطل وقبیح ہے۔

اقول وباللہ التوفیق یہ توظاہر ومعلوم وثابت ہے کہ حضرت امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ الاسنٰے وقتِ بعثتِ سراپا برکت حضور پرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فوراً مشرف بتصدیق وایمان ہوئے۔

وقت بعثت واسلام حضرت علی کی عمر

اس وقت عمر مبارک حضرت مرتضوی آٹھ دس سال تھی اور بالیقین جو عاقل بچہ اسلام لائے حکمِ اسلام میں مستقل بالذات ہے کہ پھر کسی کی تبعیت سے اس پر حکمِ دیگر حلال نہیں۔

فِی الْمَوَاھِبِ : کَانَ سِنُّ عَلِیٍّ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِذْ ذَاکَ عَشْرَ سِنِیْنَ فِیْمَا حَکَاہُ الطَّبَرِیُّ اھ [2]

(مواہبِ لدنیہ میں ہے : اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر دس سال تھی جیسا کہ طبری نے ذکر کیا ہے۔ اھ

قَالَ الزُّرْقَانِیُّ : وَھُوَ قَوْلُ ابْنِ اِسْحٰقَ وَاقْتَصَرَ الْمُصَنِّفُ عَلَیْہِ لِقَوْلِ الْحَافِظِ اِنَّہٗ اَرْجَحُ الْاَقْوَالِ۔

زرقانی نے فرمایا : یہی ابن اسحٰق کا بھی قول ہے۔ مصنف نے صرف اسی قول کو اس لئے ذکر کیا کہ حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ سب سے راجح قول یہی ہے۔

٭ ٭ ٭ ٭

رَوَی ابْنُ سُفْیٰنَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ عَنْ عُرْوَۃَ قَالَ اَسْلَمَ عَلِیٌّ وَّھُوَ ابْنُ ثَمَانِ سِنِیْنَ وَصَدَّرَ بِہٖ فِی الْعُیُوْنِ الخ۔

اور ابن سفیان نے بسندِ صحیح حضرت عروہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی آٹھ برس کی عمر میں اسلام لائے۔ عیون الاثر (لابن سید الناس) میں اسی قول کو پہلے ذکر کیا۔ ۱۲ مترجم)

---

[1] اللہ کے نام سے شروع نہایت مہربان رحم والا۔ ساری تعریف اللہ کے لئے جس نے علی مرتضیٰ کے چہرے کو عزت وکرامت بخشی تو وہ ہمیشہ اس کی رضا وخوشنودی سے بہرہ ور رہے ـــ اور درود وسلام ہو بلند، پسندیدہ، پسندیدہ تر سردار، فیصلۂ قضا کے دن گنہگاروں کے شفیع پر، اور ان کی آل اور ان کے اصحاب پر، تمام اگلوں پچھلوں کی تعداد کے برابر۔ ۱۲ محمد احمد۔

[2] المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ شہاب الدین احمد بن محمد خطیب قسطلانی ص ۶۵ ج ۱ مطبعہ شرقیہ ۱۳۲۶ھ ۱۹۲۰ء

وَفِی رَدِّ الْمُحْتَارِ : قَوْلُهٗ وَسِنُّهٗ سَبْعٌ وَقِيْلَ ثَمَانٍ ـ وَهُوَ الصَّحِيْحُ ـ وَاَخْرَجَهُ الْبُخَارِیُّ فِی تَارِيْخِهٖ عَنْ عُرْوَةَ ـ وَقِيْلَ عَشْرٌ اَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ فِی الْمُسْتَدْرَكِ وَقِيْلَ خَمْسَةَ عَشَرَ وَهُوَ مَرْدُوْدٌ وَتَمَامُ ذٰلِكَ مَبْسُوْطٌ فِی الْفَتْحِ اھ

(ردالمحتار[۱] میں ہے : قولہ ، ان کی عمر سات تھی ۔ اور کہا گیا کہ آٹھ سال تھی ۔ یہی صحیح ہے ۔ اسی کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت عروہ سے روایت کیا ——— اور کہا گیا کہ دس سال تھی ۔ اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ——— اور کہا گیا کہ پندرہ سال تھی ۔ یہ قول مردود و نامقبول ہے پوری تفصیل فتح القدیر[۲] میں ہے ۔ اھ ۔ مترجم)

✢　✢　✢

✢　✢　✢

وَفِی نِكَاحِهٖ عَنْ اَحْكَامِ الصِّغَارِ لِلْاُسْتُرُوْشَنِیِّ : اَنَّهٗ قَبْلَ الْبُلُوْغِ تَبَعٌ لِاَبَوَيْهِ فِی الدِّيْنِ مَا لَمْ يَصِفِ الْاِسْلَامَ ـ اھ قَالَ : فَاَفَادَ اَنَّ التَّبَعِيَّةَ لَا تَنْقَطِعُ اِلَّا بِالْبُلُوْغِ اَوْ بِالْاِسْلَامِ بِنَفْسِهٖ وَبِهٖ صَرَّحَ فِی الْبَحْرِ وَالْمِنَحِ مِنْ بَابِ الْجَنَائِزِ اھ

(ردالمحتار[۳] کتاب النکاح میں احکام الصغار للاستروشنی سے نقل ہے "بچہ قبل بلوغ دین میں اپنے والدین کا تابع ہے جب کہ خود مسلمان نہ ہوا ہو" شامی نے کہا : افادہ فرمایا کہ یہ تبعیت بالغ ہونے یا خود اسلام لانے ہی سے ختم ہوتی ہے ۔ اسی کی تصریح بحرالرائق[۴] اور منح الغفار باب الجنائز میں بھی ہے ۔ اھ مترجم)

✢　✢　✢

بچہ والدین کے اگر اسلام لائے

[۱] باب المرتد ـ مطلب فی ردۃ الصبی و اسلامہ ـ ج ۳ ص ۳۶ ۳ اشاعت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ، عکس طبع ـ مطبعۃ دار الکتب العربیۃ الکبریٰ ـ مصر ۱۳۲۶ھ [۲] باب المرتد ـ ج ۵ ص ۳۲۹ ، اشاعت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر عکس طبع مطبعۃ میمنیہ مصر ۱۳۱۹ھ ـ [۳] باب نکاح الکافر ـ مطلب الولد یتبع خیر الابوین دیناً ج ۲ ص ۴۲۸ ، اشاعت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ـ [۴] ولفظہ : ولا تزول التبعیۃ الی البلوغ ، ثم تزول التبعیۃ اذا اعتقد دینا غیر دین ابویہ اذا عقل الادیان فحینئذ صار مستقلا ـ

ترجمہ : تبعیت بلوغ تک ختم نہیں ہوتی ہاں اس وقت تبعیت ختم ہو جاتی ہے جب ادیان کی سمجھ رکھ کر اپنے ماں باپ کے دین کے علاوہ کسی دین کا معتقد ہو جائے اب وہ (تابع نہ رہا) خود مستقل ہو گیا ج ۲ ص ۱۹۰ ، مطبعۃ دار الکتب مصر ۱۳۳۴ھ

۱۲ محمد احمد

تو بعد بعثت تو اس خیالِ شنیع کی زنہار گنجائش نہیں۔ بلکہ اس سے پیشتر بھی، کہ جب قریش مبتلائے قحط ہوئے تھے حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابو طالب پر تخفیفِ عیال کے لئے امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو اپنی بارگاہِ ایمان پناہ میں لے آئے تھے۔ کَمَا ذَکَرَا ابْنُ اِسْحٰقَ فِیْ سِیْرَتِہٖ۔

حضرت مولیٰ نے حضور مولیٰ الکل سیّد الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کنارِ اقدس میں پرورش پائی، حضور کی گود میں ہوش سنبھالا۔ آنکھ کھلتے ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جمالِ جہاں آرا دیکھا حضور ہی کی باتیں سنیں، عادتیں سیکھیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہ وبارک وسلم۔ تو جب سے اُس جنابِ عرفان مآب کو ہوش آیا قطعاً یقیناً رب عزّ وجلّ کو ایک ہی جانا۔ ایک ہی مانا، ہرگز ہرگز بتوں کی نجاست سے ان کا دامنِ پاک کبھی آلودہ نہ ہوا۔ اسی لئے لقبِ کریمؔ کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ ملا۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْ مَنْ یَّشَآءُ ذُوْ الْفَضْلِ الْمُبِیْن[۲]

اب رہ گئے صرف چند برس جو روزِ پیدائش سے بالکل ناسمجھی کے ہوتے ہیں، جن میں بچہ نہ کچھ اِدراک رکھتا ہے، نہ سمجھ سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس عمر میں حقیقۃً کوئی بچہ کافر نہیں کہا جا سکتا کہ صدقِ مشتق قیامِ مبدء کو مستلزم۔ کفر تکذیب ہے، اور تکذیب بے ادراک و تمیز نامتصور[۱] بلکہ اس وقت تک ہر بچہ کا دینِ فطری اسلام ہے ـــــــ، کَمَا نَطَقَتْ بِہٖ صِحَاحُ الْاَحَادِیْث۔

(جیسا کہ صحیح احادیث اس پر ناطق ہیں ۱۲)

ہاں جس کے والدین کافر ہوں اس پر ان کی تبعیت کا حکم کیا جاتا ہے جب کہ تبعیت متصوّر بھی ہو ورنہ نہیں۔ جیسے وہ بچہ جسے دار الاسلام میں اسیر کر لائیں اور اس کے کافر ماں باپ دار الحرب میں رہیں، کہ بوجہِ اختلافِ دار، تبعیتِ اَبَوَیْن منقطع ہو گئی۔ اب بہ تبعیتِ دار اُسے مسلم کہا جائے گا۔

---

[۱] نتیجہ یہ نکلا کہ کفر بے ادراک و تمیز غیر متصور ہے۔ لہٰذا ناسمجھ بچہ کفر سے خالی ہوگا۔ جب کفر اس کے ساتھ قائم نہیں تو اس پر کافر کا اطلاق بھی درست نہیں۔ کیونکہ کافر، کفر سے مشتق ہے۔ اور کسی پر مشتق صادق ہونے کے لئے مصدر سے اس کا متصف ہونا لازم ہے۔ جیسے لفظ عالم کسی پر صادق آنے کے لئے علم سے اس کا متصف ہونا لازم ہے ـــــ لہٰذا بچہ جب مبدأ (کفر) سے خالی ٹھہرا۔ تو اس پر مشتق (کافر) کا اطلاق بھی نہیں ہو سکتا ۱۲۔

[۲] یہ خود مصنف علیہ الرحمہ کی عبارت ہے آیت نہیں ہے۔ ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے بڑا فضل والا ۱۲

محمد احمد مصباحی

فی جنائز الدر، صبی سبی مع احد ابویہ لا یصلی علیہ لانہ تبع لہ ولو سبی بدونہ فمسلم تبعا للدار او للسابی اھ ملخصا۔ وفی نکاحہ: الولد یتبع خیر الابوین دینا ان اتحدت الدار الخ۔

(درمختار کتاب الجنائز[1] میں ہے: کوئی بچہ اپنے حربی والدین میں سے کسی ایک کے ساتھ (دار الحرب سے گرفتار کرکے دار الاسلام میں) لایا گیا (اور مرگیا) تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ وہ (کافر حربی کے) تابع ہے۔ ہاں اگر تنہا گرفتار ہو تو دار الاسلام یا گرفتار کرنے والے کے تابع ہونے کے باعث مسلم ہے۔ اھ ملخصا۔ درمختار[2] کتاب النکاح میں ہے: باعتبار دین ماں باپ میں سے جو بہتر ہو بچہ اُسی کا تابع ہوتا ہے اگر دار ایک ہو۔ الخ۔ مترجم)

جب یہ امر منقح ہولیا تو اب یہاں اس بڑے ناسمجھ کی عمر پر بھی، یہ ناگوار و ناسزا خیال، دو امر کے ثبوتِ کافی کا محتاج۔

امر اول حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابو طالب دونوں کا اس وقت تک کافر ہونا کہ ان میں ایک بھی موحد ہو تو بچہ اسی کی تبعیت سے موحد کہا جائے گا، کافر کی تبعیت ہرگز نہ کرے گا لما نصوا علیہ قاطبۃ من ان الولد یتبع خیر الابوین دینا۔ (کیونکہ تمام علماء نے نص فرمایا ہے کہ ماں باپ میں سے باعتبار دین جو بہتر ہو بچہ اُسی کے تابع ہوتا ہے ۱۲۔ مترجم)

امر دوم اس وقت حکم تبعیت صادق و ثابت ہونا ـــــ ان دو امر سے اگر ایک بھی پایۂ ثبوت سے ساقط رہے گا تو یہ بیہودہ خیال، خیال کرنے والے کے منہ پر مارا جائے گا۔ مگر مولیٰ علی[3] کے رب جل و علا کو حمد و ثنا ہے کہ بفضلہ تعالیٰ ان دو میں سے ایک بھی ثابت نہیں۔

[1] درمختار ج ۱ ص ۷۰، مطبع نولکشور لاہور ۱۳۰۵ھ۔

[2] ایضاً ج ۲ ص ۱۲۹۔ مطبوعہ لاہور ۱۳۰۵ھ۔

[3] حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی والدہ ماجدہ جو صحابیہ ہوئیں ۱۲۔ محمد احمد

(حاشیہ: نتائج مطلوب دو امر کے ثبوت پر موقوف [illegible])

اہل فترت کی تین قسمیں اور ان کے احکام

اَوّلاً اہلِ فترت جنھیں انبیاء اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہم کی دعوت نہ پہنچی تین قسم ہیں،
اَوّل موحِّد جنھیں ہدایتِ ازلی نے اس عالمگیر اندھیرے میں بھی راہِ توحید دکھائی۔ جیسے قس بن ساعدہ وزید بن عمرو بن نفیل وعامر بن الظرب عدوانی وقیس بن عاصم تمیمی وصفوان بن ابی امیہ کنانی وزہیر بن ابی سُلمیٰ شاعر مشہور وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

دوم مشرک کہ اپنی جہالتوں ضلالتوں سے غیر خدا کو پوجنے لگے۔ جیسے کہ اکثر عرب
سوم غافل کہ براہِ سادگی یا انہماک فی الدنیا انھیں اس مسئلہ سے کوئی بحث ہی نہ ہوئی، بہائم کے مثل زندگی کی۔ اعتقادیات میں نظر سے غرض ہی نہ رکھی، یا نظر وفکر کی مہلت نہ پائی۔ بہت زنانِ دہقانی اہلِ بوادی کی نسبت یہی مظنون ہے۔

قَالَ الْعَلَّامَۃُ الزُّرْقَانِیُّ: وَزَمَنُ الْجَاہِلِیَّۃِ عَمَّ الْجَہْلُ فِیْھَا شَرْقًا وَغَرْبًا وَفُقِدَ فِیْھَا مَنْ یَّعْرِفُ الشَّرَائِعَ وَیُبَلِّغُ الدَّعْوَۃَ عَلٰی وَجْھِہَا اِلَّا نَفَرًا یَسِیْرًا مِنْ اَحْبَارِ اَھْلِ الْکِتَابِ مُفَرَّقِیْنَ فِیْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ کَالشَّامِ وَغَیْرِھَا وَاِنْ کَانَ النَّاسُ الْیَوْمَ مَعَ فُشُوِّ الْاِسْلَامِ شَرْقًا وَّغَرْبًا لَا یَدْرُوْنَ غَالِبَ اَحْکَامِ الشَّرِیْعَۃِ، لِعَدَمِ مُخَالَطَتِھِمُ الْفُقَھَاءَ فَمَا ظَنُّکَ بِزَمَانِ الْجَاہِلِیَّۃِ وَالْفَتْرَۃِ الَّذِیْ رِجَالُہٗ لَا یَعْرِفُوْنَ ذٰلِکَ فَضْلًا عَنْ نِّسَائِہٖ۔ وَلِذَا لَمَّا بُعِثَ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَجَّبَ اَھْلُ مَکَّۃَ وَقَالُوْا اَبَعَثَ اللہُ بَشَرًا رَّسُوْلًا وَقَالُوْا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِکَۃً وَرُبَّمَا کَانُوْا یَظُنُّوْنَ اَنَّ اِبْرَاہِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ بُعِثَ بِمَا ھُمْ عَلَیْہِ فَاِنَّھُمْ لَمْ یَجِدُوْا مَنْ یُّبَلِّغُھُمْ شَرِیْعَتَہٗ عَلٰی وَجْھِہَا لِدُثُوْرِھَا وَفَقْدِ مَنْ یَّعْرِفُھَا اِذْ کَانَ بَیْنَھُمْ

قس بن ساعدہ — زید بن عمرو

؎ یہ دونوں مقبول بندے زمانۂ جاہلیت میں نہ صرف موحد تھے بلکہ پیش از بعثتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعثتِ شریفہ پر بھی ایمان رکھتے۔ قس نے بازارِ عکاظ کے خطبے میں اپنی قوم سے فرمایا: عنقریب ادھر سے ایک حق ظاہر ہونے والا ہے۔ اور مکہ کی طرف اشارہ کیا۔ لوگوں نے کہا وہ حق کیا ہے؟ کہا: لؤی بن غالب کی اولاد سے ایک مرد کہ تمھیں کلمۂ اخلاص اور ہمیشہ کے چین اور دائمی نعمت کی طرف دعوت فرمائے گا، تم اس کی بات ماننا، اگر میں جانتا کہ اس کی بعثت تک زندہ رہونگا تو سب سے پہلے میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا۔ رواہ ابو نعیم فی دلائل النبوۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔ عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھ سے زید بن عمرو نے کہا میں اپنی قوم کا مخالف اور دینِ ابراہیم واسمٰعیل کا تابع ہوا۔ وہ دونوں بت نہ پوجتے اور اس قبلہ کی طرف نماز پڑھتے تھے میں اولادِ اسمٰعیل سے ایک نبی کے انتظار میں ہوں مگر میرے خیال میں اسکا زمانہ نہ پاؤنگا میں اس پر ایمان لاتا ہوں، میں اسکی تصدیق کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی ہے۔ اے عامر اگر تمہاری عمر وفا کرے تو انھیں میرا سلام پہنچانا۔ عامر فرماتے ہیں جب میں نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زید کا یہ قصہ بیان کیا حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا اور انکے حق میں دعائے رحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا میں نے اسے دیکھا کہ جنت میں دامن کشاں سیر کر رہا ہے۔ رواہ ابن سعد والفاکہی عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ غفرلہ۔

وَبَيْنَهُ اَنْ يَّدُ مِنْ ثَلٰثَةِ الَافٍ سَنَةٍ ـــــ قَالَهُ فِي مَسَالِكِ الْحُنَفَاءِ[عہ]
وَالدَّرَجِ الْمُنِيْفَةِ[عہ] اھ باختصار[سہ]

(ایسا عہد جاہلیت جس میں مشرق ومغرب ہر طرف جہالت عام ہے۔ احکام شریعت جاننے والے اور صحیح طور سے دعوت کی تبلیغ کرنے والے ناپید ہیں۔ صرف چند علماء اہل کتاب ہیں جو اطرافِ زمین، شام وغیرہ میں منتشر ہیں ـــ اور آج جب کہ اسلام شرق وغرب میں پھیل چکا ہے عورتوں کا یہ حال ہے کہ اکثر احکام شرع سے بے خبر رہتی ہیں کیوں کہ علماء سے ان کا ربط اور وابستگی نہیں۔ پھر عہد جاہلیت اور زمانۂ فترت کی عورتوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جب کہ عورتیں درکنار مرد بھی ان سب سے ناآشنا ہوتے تھے۔ اسی لئے تو جب رسول خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو اہل مکہ کو تعجب ہوا۔ بولے ـــ کیا اللہ نے کسی انسان کو رسول بنا کر مبعوث کیا ہے؟ اور بولے اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتے اتارتا وہ تو یہاں تک سمجھا کرتے تھے کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں ان ہی باتوں کو لیکر حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے اس غلط خیالی کی یہی وجہ تھی کہ شریعت ابراہیمی کو صحیح طور سے کوئی پہچاننے والا ہی ان کو نہ ملا کیونکہ اس کے نشانات مٹ گئے تھے اور اس کے جاننے والے بھی ناپید ہو چکے تھے۔ اس لئے کہ ان اہل مکہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان تین ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ تھا۔ یہ مسالک الحنفاء اور الدرج المنیفہ میں فرمایا گیا ہے۔ باختصار ۱۲ مترجم)

جماہیر ائمۂ اشاعرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک، جب تک بعثت اقدس حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو کر دعوت الٰہیہ انہیں نہ پہنچے، یہ سب فرقے ناجی وغیر معذب تھے۔ لِقولہٖ تعالیٰ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ہم عذاب فرمانے والے نہ تھے یہاں تک کہ بھیج لیں رسول[۱]

وَالْجَوَابُ بِتَعْمِيْمِ الرَّسُوْلِ لَفْظًا اَوْتَخْصِيْصِ الْعَذَابِ بِعَذَابِ الدُّنْيَا خِلَافُ الظَّاهِرِ فَلَا يُصَارُ	(اشاعرہ کے جواب میں یہ کہنا کہ رسول سے مراد عام ہے، خواہ انسان ہو یا عقل یا یہ کہ عذاب سے مراد صرف عذاب دنیا ہے یعنی جب

[۱] پ ۱۵ ع ۲۔ بنی اسرائیل آیت ۱۵۔ [عہ] مسالک الحنفا فی والدی المصطفیٰ ص ۱۲۔ طبع ثانی مطبعۃ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد
[عہ] الدرج المنیفہ فی الآباء الشریفہ ص ۳ طبع ثانی مطبعۃ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد ۱۳۳۲ھ۔ (یہ دونوں علامہ سیوطی کے رسالے ہیں)
[سہ] ۱ / ۱۰۴ شرح مواہب للعلامۃ محمد بن عبدالباقی الزرقانی مطبعہ ازہریہ مصر ۱۳۲۵ھ۔

اِلَیْہِ اِلَّا بِمُوْجِبٍ وَلَا مُوْجِبَ اَقُوْلُ بَلٰی اَحَادِیْثُ صَحِیْحَۃٌ صَرِیْحَۃٌ کَثِیْرَۃٌ کَبِیْرَۃٌ نَاطِقَۃٌ بِعَذَابِ بَعْضِ اَھْلِ الْفَتْرَۃِ کَعَمْرِو بْنِ لُحَیٍّ وَصَاحِبِ الْمِحْجَنِ وَغَیْرِھِمَا وَبِہٖ عُلِمَ اَنَّ رَدَّھَا بِجَعْلِھَا مُعَارِضَۃً لِلْقَطْعِیِّ کَمَا صَدَرَ عَنِ الْعَلَّامَۃِ الْاُبِّیِّ وَالْاِمَامِ السُّیُوْطِیِّ وَکَثِیْرٍ مِّنَ الْاَشْعَرِیَّۃِ لَا سَبِیْلَ اِلَیْہِ فَاِنَّ قَطْعِیَّۃَ الدَّلَالَۃِ غَیْرُ مُسَلَّمٍ فَلَا یُھْجَمُ بِمِثْلِ ذٰلِکَ عَلٰی رَدِّ الصِّحَاحِ وَالْکَلَامُ ھٰھُنَا طَوِیْلٌ لَیْسَ ھٰذَا مَوْضِعَہٗ وَلَا نَحْنُ بِصَدَدِہٖ۔

تک ہم کوئی رسول نہ بھیج لیں دنیا میں عذاب نہیں دیتے اور عذابِ آخرت دعوتِ رسول پہنچے بغیر بھی ہو سکتا ہے) یہ (تاویل) خلافِ ظاہر ہے جس کی طرف رجوع کا کوئی موجب نہیں **اقول** کیوں نہیں بہت ساری صحیح صریح حدیثیں بعض اہل فترت کے عذاب (دنیاوی) پر ناطق ہیں جیسے عمرو بن لحی اور ٹیڑھے ڈنڈے والا آدمی (جو اپنے ڈنڈے سے لوگوں کی چیزیں اچک کر چرا لیتا تھا) اور ان دونوں کے علاوہ سے متعلق بھی۔

اسی بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان صحیح حدیثوں کو رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں یہ کہتے ہوئے کہ یہ احادیث نص قطعی کے خلاف ہیں جیسا کہ علامہ اُبّی، امام سیوطی اور بہت سے اشعریہ نے یہی کہہ کر رد کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس معنی پر آیت کی دلالت قطعی ہونا مسلّم نہیں تو پھر غیر قطعی الدلالۃ نص سے احادیث صحیحہ کے رد کا ارتکاب نہیں کیا جا سکتا۔ کلام یہاں پر طویل ہے جس کا یہ محل نہیں اور نہ ہی یہاں پر ہمارا مقصود ہے ۔۔ ۱۲۔ مترجم)۔

÷ ÷ ÷

خصوصاً جہّالِ عرب جنھیں قرآن عظیم جابجا اُمّی و جاہل و بے خبر و غافل بتا رہا ہے صاف ارشاد ہوتا ہے۔

تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ۝ لِتُنْذِرَ

اتارا ہوا زبردست، مہر والے کا کہ تو ڈرائے

قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝[۱]

ان لوگوں کو کہ نہ ڈرائے گئے ان کے باپ دادا تو وہ غفلت میں ہیں۔

اور خود ہی ارشاد ہوتا ہے: ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ۝[۲] یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں ظلم سے جب کہ ان کے رہنے والے غفلت میں ہوں۔

قُلْتُ اَیْ وَهٰذَا وَاِنْ كَانَ ظَاهِرًا فِی عَذَابِ الدُّنْيَا وَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ مُنْتَفٍ بِالْفَحْوٰى فَاِنَّ الْمَلِكَ الْكَرِيْمَ الَّذِیْ لَمْ يَرْضَ لِلْغَافِلِ بِعَذَابٍ مُنْقَطِعٍ لَا يَرْضٰى بِعَذَابٍ دَائِمٍ مِنْ بَابٍ اَوْلٰى **اَقُوْلُ** لٰكِنَّ الْغَفْلَةَ اِنَّمَا هِیَ عَلٰى اَمْرِ الرِّسَالَةِ وَالنُّبُوَّةِ وَالسَّمْعِيَّاتِ كَبَعْثٍ وَغَيْرِهٖ۔ وَقَدْ قُلْنَا بِمُوْجِبِهَا فِیْ ذٰلِكَ۔ اَمَّا التَّوْحِيْدُ فَلَا غَفْلَةَ عَنْهُ مَعَ وُضُوْحِ الدَّلَائِلِ وَكِفَايَةِ الْعَقْلِ وَقَدْ قَالَ تَعَالٰى: قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ اَفَلَا

قُلْتُ یہ آیت اگرچہ غفلت والے سے عذابِ دنیا کی نفی میں ظاہر ہے اور عذابِ آخرت کی نفی مفہوم سے ہو جاتی ہے، کیوں کہ جس بادشاہِ کریم نے غافل کے لئے دنیا کا فانی عذاب پسند نہ کیا وہ آخرت کا دائمی عذاب بدرجۂ اولیٰ پسند نہ فرمائے گا۔

اقول ـــــ لیکن یہ وہ **غفلت** ہے ـــــ جو رسالت، نبوت اور سمعی عقائد بعث وغیرہ کے باب میں ہو اور اس باب میں موجبِ غفلت پائے جانے کے ہم قائل ہیں۔ لیکن توحید سے غفلت کا کوئی موجب نہیں جب کہ اس کے دلائل واضح ہیں اور عقل اس کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم فرماؤ کس کی ہے زمین اور جو اس میں ہیں اگر تم جانتے ہو؟ بولیں گے اللہ کی!

[۱] پ ۲۲ ع ۱۸ یٰس آیت ۵-۶۔

[۲] پ ۸ ع ۲۴ انعام آیت ۱۳۱۔

ماتریدیہ کی طرف سے استدلال اشاعرہ کا رد

تَتَّقُوْنَ ○ قُلْ مَنْۢ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ○[1] وَقَالَ تَعَالٰی۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ○[2] ـــ اِلٰی غَیْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْاٰیَاتِ۔ كُلُّ ذٰلِكَ مَعَ قَوْلِهٖ عَزَّمِنْ قَائِلٍ۔ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَیْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِیْنَ ○[3] فَافْهَمْ۔

تم فرماؤ پھر تم کیوں دھیان نہیں دیتے؟ ـــ تم فرماؤ! کون ہے ساتوں آسمانوں کا مالک اور بڑے عرش کا مالک؟۔ بولیں گے یہ اللہ ہی کی شان ہے!۔ فرماؤ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے! ـــ تم فرماؤ کون ہے جس کے ہاتھ ہر چیز کا اقتدار ہے اور وہ پناہ دینے والا ہے اور اس کے خلاف پناہ نہیں دی جاسکتی اگر تم جانکار ہو؟۔ بولیں گے یہ اللہ ہی کی شان ہے۔ فرماؤ! پھر تم کس جادو کے فریب میں پڑے ہو؟ ـــ اور ارشاد باری ہے۔ اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے بنائے آسمان اور زمین اور کام میں لگائے سورج اور چاند تو ضرور کہیں گے اللہ نے! پھر کہاں اوندھے جاتے ہیں؟ ـــ اور ان کے علاوہ آیات۔ ساتھ ہی یہ ارشاد بھی ہے: کبھی تم کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے کے دو گروہوں پر نازل کی گئی تھی اور ہم اس کے پڑھنے پڑھانے سے غافل تھے۔ فافہم۔ ۱۲ مترجم)

✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣

ائمۂ ماتریدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ائمۂ بخارا وغیرہم بھی اسی کے قائل ہوئے ـــ امام محقق کمال الدین ابن الہمام قدس سرہ نے اسی کو مختار رکھا۔ شرح فقہ اکبر میں ہے:۔

[1] پ۱۸ ع ۵۔ مومنون آیت ۸۸ تا ۸۹۔
[2] پ۲۱ ع ۲۔ عنکبوت آیت ۶۱۔ [3] پ ۸ ع ۷، انعام آیت

قَالَ اَئِمَّۃُ بُخَارَا مِنَّا لَا یَجِبُ اِیْمَانٌ وَّلَا یَحْرُمُ کُفْرٌ قَبْلَ الْبِعْثَۃِ کَقَوْلِ الْاَشَاعِرَۃِ ۔

(ہم میں کے ائمہ بخارا نے اشاعرہ کی طرح فرمایا، قبلِ بعثت وجوبِ ایمان اور حرمتِ کفر دونوں نہیں۔ ۱۲۔ مترجم)

فواتح الرحموت میں ہے:۔

عِنْدَ الْاَشْعَرِیَّۃِ وَالشَّیْخِ ابْنِ الْھُمَامِ لَا یُؤَاخَذُوْنَ وَلَوْ اَتَوْا بِالشِّرْکِ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی [2]

(اشعریہ اور شیخ ابن الہمام کے نزدیک ان سے مواخذہ نہیں اگرچہ مرتکبِ شرک ہوں والعیاذ باللہ تعالٰی۔ ۱۲۔ مترجم)

حاشیہ طحطاویہ علی الدر المختار میں ہے:۔

اَھْلُ الْفَتْرَۃِ نَاجُوْنَ وَلَوْ غَیَّرُوْا وَبَدَّلُوْا عَلٰی مَا عَلَیْہِ الْاَشَاعِرَۃُ وَبَعْضُ الْمُحَقِّقِیْنَ مِنَ الْمَاتُرِیْدِیَّۃِ وَنَقَلَ الْکَمَالُ فِی التَّحْرِیْرِ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الدَّوْلَۃِ اَنَّہُ الْمُخْتَارُ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی، وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا [3] وَمَا فِی الْفِقْہِ الْاَکْبَرِ مِنْ اَنَّ وَالِدَیْہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ فَمَدْسُوْسٌ عَلَی الْاِمَامِ الخ۔ [4]

(اہلِ فترت ناجی ہیں اگرچہ تغییر و تبدیل کے مرتکب ہوں۔ اس پر اشاعرہ اور بعض محققینِ ماتریدیہ ہیں۔ کمال ابن ہمام تحریر میں ابنِ عبد الدولہ سے ناقل ہیں کہ یہی مختار ہے کیونکہ ارشادِ باری ہے:۔ ہم عذاب فرمانے والے نہیں جب تک کہ کوئی رسول نہ بھیج لیں۔ ـــــ اور فقہِ اکبر میں جو ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والدین نے حالتِ کفر میں انتقال کیا تو یہ مصنفِ فقہ اکبر امام اعظم پر دسیسہ کاری ہے۔ الخ۔ ۱۲۔ مترجم)

فقہ اکبر میں دسیسہ کاری

[1] شرح فقہ اکبر۔ مولانا علی قاری م ۱۰۱۴ھ ص ۹۵ مطبع میمنیہ مصر ۱۳۲۳ھ۔

[2] فواتح الرحموت از بحر العلوم مولانا عبد العلی فرنگی محلی شرح مسلم الثبوت للعلامۃ محب اللہ البہاری ج ۱ ص ۱۵۔ مطبع نولکشور لکھنؤ ۱۲۹۵ھ

[3] پ ۱۵ ع ۲۔ بنی اسرائیل۔ آیت ۱۵۔

[4] حاشیۃ العلامۃ السید احمد الطحطاوی علی الدر، ص ۸۰ ج ۲ طبع ثالث ۱۲۸۲ھ مطبعۃ بولاق، قاہرہ مصر

قول ثالث: وجود اہل فترت کا فر نہیں

اس قول پر تو ظاہر کہ اہلِ فترت کو بزمانِ فترت کافر نہ کہا جائے گا کہ وہ ناجی ہیں، اور کافر ناجی نہیں۔ تو شکل ثانی نے صاف نتیجہ دیا کہ وہ کافر نہیں۔

وَعَلٰی ھٰذَا اسْتَدَلَّ بِہٖ السَّیِّدُ الْعَلَّامَۃُ عَلٰی نُزْھَۃِ الْاَبَوَیْنِ الشَّرِیْفَیْنِ عَنِ الْکُفْرِ۔ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا وَعَنْ کُلِّ مَنْ اَحَبَّ اِجْلَالَھُمَا اِجْلَالًا لِّرَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(اسی بنیاد پر اس سے سید علامہ طحطاوی نے والدین کریمین کے کفر سے منزہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہو اور ہر اس شخص سے جو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اکرام کی خاطر ان کا اکرام پسند کرے۔ ۱۲۔ مترجم)

ولہٰذا ائمہ اشاعرہ میں کوئی انھیں مسلم کہتا ہے کوئی معنی مسلم میں۔

قَالَ الزُّرْقَانِیُّ۔ ثُمَّ اخْتَلَفَتْ عِبَارَۃُ الْاَصْحَابِ فِیْمَنْ لَّمْ تَبْلُغْہُ الدَّعْوَۃُ فَاَحْسَنُھَا مَنْ قَالَ اِنَّہٗ نَاجٍ وَاِیَّاھَا اخْتَارَ السُّبْکِیُّ۔ وَمِنْھُمْ مَنْ قَالَ عَلَی الْفَتْرَۃِ[1]۔ وَمِنْھُمْ مَنْ قَالَ مُسْلِمٌ۔ قَالَ الْغَزَالِیُّ وَالتَّحْقِیْقُ اَنْ یُّقَالَ فِیْ مَعْنٰی مُسْلِمٍ[2]

(زرقانی نے فرمایا: پھر اصحاب رحمہم اللہ کی عبارتیں اس کے بارے میں مختلف ہوگئیں جسے دعوت نہ پہنچی۔ سب سے عمدہ عبارت اس کی ہے جس نے کہا کہ وہ ناجی ہے۔ اسی کو امام سبکی نے اختیار کیا۔ کسی نے کہا وہ فترت[1] پر ہے۔ کسی نے کہا مسلم ہے۔ امام غزالی نے فرمایا کہ تحقیق یہ ہے کہ اُسے معنی مسلم میں کہا جائے۔ ۱۲۔ مترجم)

اس قول پر حضرت عمی اور ان کے والدین ناجی

اس طور تو خود ابو طالب پر حکم کفر اس وقت سے ہوا جب بعد بعثتِ اقدس تسلیم اسلام

---

[1] ھٰکذا ھو فی نسختی بالناء ودیترا ای لی انہ «الفطرۃ» بالطاء ۱۲ منہ

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میرے نسخہ میں اسی طرح تا سے ہے میرا خیال ہے کہ یہ طا کے ساتھ «فطرۃ» ہے ۱۲۔ مترجم کے پیش نظر نسخہ میں بھی تا ہی سے ہے اور قرین قیاس حضرت مصنف کا ارشاد ہے ۱۲ عبدالحکیم)

[2] شرح مواہب لدنیہ از علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی ج ۱ ص ۱۰۲ مطبعہ ازہریہ مصر ۱۳۲۵ھ۔

سے انکار کیا۔ اور یہ وقت وہ تھا کہ حضرت مولیٰ کرم اللہ وجہہ الاسنیٰ خود اسلام لاکر حکمِ تبعیت سے قطعاً منزہ ہوچکے تھے۔ وللہ الحمد۔

بعض علماء قائلِ تفصیل ہوئے کہ اہلِ فترت کے مشرک مُعاقب۔ اور موحّد و غافل مطلقاً ناجی۔ یہ قول، اشاعرہ سے امامین جلیلین نووی و رازی رحمہما اللہ تعالیٰ کا ہے۔

وَتَعَقَّبَهُ الْإِمَامُ الْجَلَالُ السُّيُوطِيُّ فِي رَسَائِلِهِ فِي الْأَبَوَيْنِ الْكَرِيمَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا بِمَا يَرْجِعُ إِلَى الْقَوْلِ بِالْإِمْتِحَانِ۔ وَالْعَلَّامَةُ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ خَلَفٍ الْأُبِّيُّ فِي إِكْمَالِ الْإِكْمَالِ شَرْحِ صَحِيحِ مُسْلِمٍ كَمَا نَقَلَ كَلَامَهُ فِي الْمَوَاهِبِ أَقُوْلُ لٰكِنَّهُ عَادَ آخِرًا إِلَى تَسْلِيمِهِ حَيْثُ قَالَ أَوَّلًا لَمَّا دَلَّتِ الْقَوَاطِعُ عَلَى أَنَّهُ لَا تَعْذِيبَ حَتَّى تَقُوْمَ الْحُجَّةُ عَلِمْنَا أَنَّهُمْ غَيْرُ مُعَذَّبِيْنَ اھ ثُمَّ اسْتَشْعَرَ وُرُوْدَ الْأَحَادِيْثِ وَقَسَّمَهُمْ آخِرَ الْكَلَامِ إِلَى مُوَحِّدٍ وَمُبَدِّلٍ وَغَافِلٍ۔ ثُمَّ قَالَ تُحْمَلُ مَنْ صَحَّ تَعْذِيْبُهُ عَلَى أَهْلِ الْقِسْمِ الثَّانِي لِكُفْرِهِمْ بِمَا تَعَدَّوْا بِهِ مِنَ الْخَبَائِثِ۔ وَاللّٰهُ تَعَالَى قَدْ سَمّٰى جَمِيْعَ هٰذَا الْقِسْمِ كُفَّارًا وَمُشْرِكِيْنَ۔ فَإِنَّا نَجِدُ الْقُرْاٰنَ كُلَّمَا

(اس قول کا امام جلال الدین سیوطی نے اسلامِ والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے متعلق اپنے رسائل میں تعاقب کیا ہے۔ جس کا مآل یہ ہے کہ پہلے اہلِ فترت کا امتحان، (پھر فیصلہ) علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلف اُبّی مالکی نے بھی اکمال الاکمال شرح صحیح مسلم میں قول مذکور کا تعاقب کیا ہے جیسا کہ مواہب لدنیہ میں ان کا کلام منقول ہے۔

اقول مگر آخر میں چل کر انھوں نے اس قول کو تسلیم کرلیا ہے اس طرح کہ پہلے فرمایا کہ جب قطعی نصوص نے بتایا کہ حجت قائم ہوئے بغیر عذاب نہ دیا جائے گا تو ہم نے جانا کہ ان پر عذاب نہ ہوگا: اھ ___ پھر انھیں خیال ہوا کہ تعذیب کے بارے میں تو حدیثیں بھی وارد ہیں تو آخر کلام میں اہل فترت کو انھوں نے تین قسموں ① موحّد ② مبدّل ③ اور غافل پر تقسیم کیا۔ پھر فرمایا کہ جن کی تعذیب کی صحت ثابت ہے انھیں قسم ثانی والوں پر محمول کیا جائے گا اس لئے کہ وہ اپنے بُرے

حَکَی حَالَ اَحَدِهِمْ سَجَّلَ عَلَیْهِمْ بِالْکُفْرِ وَالشِّرْكِ، کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی:۔ مَاجَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِیْرَۃٍ ۔ ثُمَّ قَالَ تَعَالٰی:۔ وَلٰکِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْکَذِبَ ۔ وَاَکْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ[1] الخ۔ فَهٰذَا کَمَا تَرٰی رُجُوْعٌ اِلٰی مَا قَالَ هٰذَانِ الْاِمَامَانِ مِنْ تَعْذِیْبِ مَنْ اَشْرَكَ مِنْهُمْ اَقُوْلُ وَفِی اسْتِدْلَالِهٖ بِالْاٰیَۃِ خَفَاءٌ ظَاهِرٌ اِذْ لَیْسَتْ نَصًّا فِیْ اَنَّ الْمُرَادَ بِهِمْ مَنِ اخْتَرَعَ ذٰلِكَ مِنْ اَهْلِ الْفَتْرَۃِ بَلِ الْکُفَّارُ لَمَّا تَدَیَّنُوْا بِتِلْكَ الْاَبَاطِیْلِ سَجَّلَ عَلَیْهِمْ بِاَنَّهُمْ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْکَذِبَ ۔ وَبِالْجُمْلَۃِ فَمُفَادُ الْاٰیَۃِ اَنَّ الْکَافِرِیْنَ یَفْتَرُوْنَ لَا اَنَّ الْمُفْتَرِیْنَ کُلَّهُمْ کَافِرُوْنَ ، حَتّٰی یَکُوْنَ تَسْجِیْلًا عَلٰی کُفْرِ اَهْلِ الْفَتْرَۃِ ۔

٭ ٭ ٭

٭ ٭ ٭

٭ ٭ ٭

انکار و اعمال کے ذریعہ حد سے تجاوز کرنے کے باعث کافر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے سارے لوگوں کو کفار و مشرکین کے نام سے موسوم کیا ہے۔ کیوں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن ان میں سے جب کسی کا حال بیان فرماتا ہے تو صاف ان کے کافر و مشرک ہونے کا حکم ثبت فرما دیتا ہے۔ جیسے یہ ارشاد باری ہے:۔ اللہ نے مقرر نہ کیا بحیرہ (کان چرا ہوا)۔ الآیۃ۔ پھر یہ ارشاد ہے:۔ لیکن جن لوگوں نے کفر کیا وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ الخ۔

تو یہ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو اسی کی طرف رجوع ہے جو امام نووی و امام رازی نے فرمایا کہ اہل فترت کے مشرکوں پر عذاب ہوگا۔

اقول:۔ ہاں علامہ اُبی نے آیت مذکورہ سے جو استدلال کیا ہے اس میں کھلا ہوا خفا ہے کیونکہ آیت اس بارے میں نص نہیں کہ ان سے اہل فترت ہی کے (بحیرہ وغیرہ کا) اختراع کرنے والے مراد ہیں ـــــ بلکہ کفار نے جب ان باطل چیزوں کو اپنے دین د

[1] پ ۷ ع ۴ ۔ مائدہ ۔ آیت ۱۰۳ ۔

٭ ٭ ٭
٭ ٭ ٭
٭ ٭ ٭
٭ ٭ ٭
٭ ٭ ٭
٭ ٭ ٭

اعتقاد میں داخل کرلیا تو ان کے بارے میں یہ حکم ثبت فرمایا کہ وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ حاصلِ کلام یہ کہ آیت کا مفاد یہ ہے کہ کافر ہی افترا کرتے ہیں۔ نہ یہ کہ سارے افترا کرنے والے کافر ہیں کہ اہلِ فترت کے کفر کی تصریح ہو۔ ۱۲۔ مترجم)

ردالمحتار میں یہی قول ائمہ بخارا کی طرف نسبت کیا۔

عَلٰی خِلَافِ مَا قَدَّمْنَا عَنِ الْقَارِیِّ وَالطَّحْطَاوِیِّ وَبَحْرِ الْعُلُوْمِ۔ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ حَیْثُ قَالَ: "نَعَمْ الْبُخَارِیُّوْنَ مِنَ الْمَاتُرِیْدِیَّةِ وَافَقُوا الْاَشَاعِرَةَ، وَحَمَلُوْا قَوْلَ الْاِمَامِ۔ لَا عُذْرَ لِاَحَدٍ فِی الْجَهْلِ بِخَالِقِهٖ، عَلٰی مَا بَعْدَ الْبِعْثَةِ۔ وَاخْتَارَهُ الْمُحَقِّقُ ابْنُ الْهُمَامِ فِی التَّحْرِیْرِ۔ لٰکِنْ هٰذَا فِیْ غَیْرِ مَنْ مَاتَ مُعْتَقِدًا لِلْکُفْرِ۔ فَقَدْ صَرَّحَ النَّوَوِیُّ وَالْفَخْرُ الرَّازِیُّ بِاَنَّ مَنْ مَاتَ قَبْلَ الْبِعْثَةِ مُشْرِکًا فَهُوَ فِی النَّارِ۔ وَعَلَیْهِ حَمَلَ بَعْضُ الْمَالِکِیَّةِ مَا صَحَّ مِنَ الْاَحَادِیْثِ فِیْ تَعْذِیْبِ اَهْلِ الْفَتْرَةِ الخ"۔ [1]

(اس کے برخلاف جو پہلے ہم نے مولانا علی قاری، طحطاوی، اور بحر العلوم رحمہم اللہ تعالیٰ سے نقل کیا علامہ شامی نے اس طرح فرمایا کہ ہاں ماتریدیہ میں سے ائمہ بخارا، اشاعرہ کے موافق ہوئے۔ انھوں نے امام اعظم کے قول۔ اپنے خالق سے جاہل رہنے میں کسی کے لئے کوئی عذر نہیں، کو مابعدِ بعثت پر محمول کیا۔ اسی کو محقق ابن الہمام نے تحریر میں اختیار کیا۔ لیکن یہ قول جو لوگ کفر کا عقیدہ رکھتے ہوئے مرگئے ان کے علاوہ کے بارے میں ہے۔ امام نووی اور فخر الدین رازی نے تصریح فرمائی ہے کہ جو قبل بعثت حالت شرک میں مرگئے جہنم میں ہوں گے اسی پر بعض مالکیہ نے تعذیب اہلِ فترت سے متعلق احادیث صحیحہ کو محمول کیا ہے۔ ۱۲۔ مترجم)

[1] رد المحتار علی الدر المختار باب نکاح الکافر مطلب فی الکلام علی ابوی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واہل الفترۃ۔
بقیہ صلہ

اہل فترت سے متعلق جمہور ماتریدیہ کا موقف

جمہور ائمہ ماتریدیہ قدست اسرارہم کے نزدیک: اہل فترت کے مشرک، معاقب، موحّد ناجی۔ غافلوں میں جس نے مہلتِ فکر و تامل نہ پائی، ناجی۔ پائی، معاقب

وَهُوَ الْمُؤَيَّدُ بِمَا نُقِلَ عَنْ اِمَامِ الْمَذْهَبِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنْ قَوْلِهٖ: لَا عُذْرَ لِاَحَدٍ الخ. وَحَمَلَ الْبُخَارِيُّوْنَ لَا يَجِيْئُ فِيْ قَوْلِهِ الْاٰخَرِ فِيْمَا نُقِلَ عَنْهُ. اَنَّهٗ لَوْ لَمْ يَبْعَثِ اللّٰهُ رَسُوْلًا لَوَجَبَ عَلَى الْخَلْقِ مَعْرِفَتُهٗ بِعُقُوْلِهِمْ" لٰكِنْ اَوَّلَهُ الْمُحَقِّقُ بِحَمْلِ الْوُجُوْبِ عَلَى الْعُرْفِيِّ۔ اَيْ لَكَانَ يَنْبَغِيْ لَهُمْ ذٰلِكَ ـــ اَقُوْلُ وَيَرِدُ عَلٰى ظَوَاهِرِ هٰذِهِ الْاَقْوَالِ جَمِيْعًا اَحَادِيْثُ الْاِمْتِحَانِ. وَهِيَ صَحِيْحَةٌ كَثِيْرَةٌ لَا تُرَدُّ وَلَا تُرَامُ ـــ وَقَدْ عَدَّ السُّيُوْطِيُّ جُمْلَةً مِنْهَا قَالَ: وَالصَّحِيْحُ مِنْهَا ثَلٰثَةٌ. اَلْاَوَّلُ حَدِيْثُ الْاَسْوَدِ بْنِ سَرِيْعٍ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ مَعًا مَرْفُوْعًا اَخْرَجَهُ اَحْمَدُ وَابْنُ رَاهْوَيْهِ وَالْبَيْهَقِيُّ وَصَحَّحَهٗ. وَفِيْهِ: وَاَمَّا الَّذِيْ مَاتَ فِي الْفَتْرَةِ فَيَقُوْلُ رَبِّ مَا اَتَانِيْ لَكَ رَسُوْلٌ. فَيَاْخُذُ مَوَاثِيْقَهُمْ لَيُطِيْعُنَّهٗ. فَيُرْسِلُ

(یہی قول تائید یافتہ ہے اس سے جو امام مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ: کسی کے لئے اپنے خالق سے جاہل رہنے میں کوئی عذر نہیں اور اہل بخارا کا بعد بعثت والوں پر اس قول کو محمول کرنا امام سے منقول اس دوسرے قول میں نہ چل سکے گا کہ۔ اگر اللہ تعالیٰ کوئی رسول نہ مبعوث فرماتا تو بھی مخلوق پر اپنی عقلوں کے ذریعہ خالق کی معرفت واجب ہوتی۔ ـــ لیکن محقق ابن الہمام نے اسے وجوب عرفی پر محمول کرکے تاویل کی ہے یعنی ان کے لئے یہی مناسب ہوتا۔

جمہور ماتریدیہ و شافعیہ کے اقوال پر بحث

اقول: ان تمام اقوال کے ظاہر پر احادیث امتحان سے اعتراض وارد ہوگا۔ اور یہ حدیثیں صحیح بھی ہیں کثیر بھی۔ اس قابل نہیں کہ رد کی جائیں یا انھیں رد کرنے کا ارادہ کیا جائے ـــ امام سیوطی نے ان میں کچھ حدیثیں شمار کرائی ہیں۔ فرمایا: ان میں صحیح یا فقط تین ہیں۔ اول: اسود بن سریع اور ابو ہریرہ دونوں حضرات کی حدیث مرفوع۔ جس کی تخریج امام

وبقیہ ص٢٩ کا، ج ٢ ص ٢١٩ اشاعت مکتبہ نوریہ رضویہ۔

إِلَيْهِمْ أَنِ ادْخُلُوا النَّارَ۔ فَمَنْ دَخَلَهَا كَانَتْ عَلَيْهِ بَرْدًا وَّسَلَامًا۔ وَمَنْ لَّمْ يَدْخُلْهَا سُحِبَ إِلَيْهَا۔

○ وَالثَّانِي حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ مَوْقُوفًا۔ وَلَهُ حُكْمُ الرَّفْعِ لِأَنَّ مِثْلَهُ لَا يُقَالُ مِنْ قِبَلِ الرَّأْيِ۔ أَخْرَجَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَابْنَا جَرِيرٍ وَأَبِي حَاتِمٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ فِي تَفَاسِيرِهِمْ۔ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ ـ

○ وَالثَّالِثُ حَدِيثُ ثَوْبَانَ مَرْفُوعًا۔ أَخْرَجَهُ الْبَزَّارُ وَالْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ، وَقَالَ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَأَقَرَّهُ الذَّهَبِيُّ۔ الخ۔

وَذٰلِكَ لِأَنَّ الْامْتِحَانَ يُوجِبُ الْوَقْفَ وَالْقَوْلُ بِشَيْءٍ يُخَالِفُهُ، بَيْدَ أَنَّ تَمَامَ رَدِّهٖ إِنَّمَا هُوَ عَلَى الْأَشَاعِرَةِ الَّذِينَ أَطْلَقُوا الْقَوْلَ بِالنَّجَاةِ أَمَّا الْمُفَصِّلُونَ مِنْ أَصْحَابِنَا فَلَهُمْ أَنْ يَقُولُوا يَنْجُو هٰذَا وَيُعَاقَبُ ذَاكَ۔ وَلٰكِنْ يَكُونُ ذٰلِكَ بَعْدَ الْامْتِحَانِ ـ وَلِي هٰهُنَا كَلَامٌ آخَرُ فِي تَحْقِيقِ الْمَرَامِ لَا أَذْكُرُهُ لِخَوْفِ الْإِطَالَةِ وَغَرَابَةِ الْمَقَامِ۔

احمد اور ابن راہویہ اور بیہقی نے کی ہے۔ اور بیہقی نے اسے صحیح بھی کہا ہے ــــ اس حدیث میں ہے ــ لیکن وہ جو فترت میں مر گیا تو عرض کرے گا۔ خداوندا! میرے پاس تیرا کوئی رسول نہ آیا ـــــ تو ان سے عہد و پیمان لے گا کہ اب ضرور اس کا حکم مانیں گے تو انھیں پیغام بھیجے گا کہ دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔ جو داخل ہوگا اس پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو جائے گی جو نہ داخل ہوگا اسے گھسیٹ کر لایا جائے گا۔

دوم:۔ حضرت ابوہریرہ کی حدیث موقوف۔ یہ بھی مرفوع کے حکم میں ہے کیوں کہ ایسی بات رائے سے نہیں کہی جا سکتی۔ اس کی تخریج عبدالرزاق نے کی ہے اور ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن المنذر نے اپنی تفاسیر میں کی ہے اس کی اسناد صحیح بر شرط شیخین ہے۔

سوم:۔ حضرت ثوبان کی حدیث مرفوع۔ جس کی تخریج بزار نے کی ہے اور حاکم نے مستدرک میں تخریج کر کے فرمایا کہ صحیح بر شرط شیخین ہے۔ اور ذہبی نے اسے مقرر رکھا۔

وجہ اعتراض یہ ہے کہ جب فیصلہ بعد امتحان ہوگا تو اس پر توقف لازم ہے۔ اور کوئی صریح حکم لگا دینا اس کے خلاف ہے۔ لیکن یہ سارا اعتراض ان اشاعرہ

فَلْنَرْجِعْ اِلٰی مَاکُنَّا فِیْہِ۔	پر ہے جو مطلقاً نجات کے قائل ہیں۔ لیکن
	ہمارے اصحاب ہیں۔ سے اہلِ تفصیل یہ جواب
	دے سکتے ہیں کہ یہ ناجی ہوگا و مُعاقَب ــــ
	لیکن فیصلہ بعدِ امتحان ہوگا ــــ اور یہاں
	تحقیقِ مقصود میں میرا ایک دوسرا کلام ہے
	جسے خوفِ طوالت اور اجنبیتِ مقام کے
	باعث ترک کر رہا ہوں اب ہم اصل بحث
	کی طرف رجوع کریں۔ ۱۲ مترجم)

اَنْ دونوں قولوں پر بس حکم کفر کے لئے صراحۃً اختیارِ شرک۔ یا بر قول آخر با وصفِ مہلتِ تامل، ترکِ توحید کا ثبوت، لازم۔ ہم پوچھتے ہیں مخالف کے پاس کیا حجت ہے کہ زمانہ فترت میں حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا موحدہ یا غافلہ نہ تھیں۔ حالانکہ بہت عورتوں کی نسبت یہی مظنون کما قدمنا عن الزرقانی عن السیوطی۔ مخالف جو دلیل رکھتا ہو پیش کرے اور جب نہ پیش کر سکے تو رجماً بالغیب حکم تہمت پر کیوں کر موٗنھ کھول دیا۔ کیا اطلاقِ کفر اور وہ بھی معاذ اللہ ایسی جگہ محض اپنے تراشیدہ اوہام پر ہو سکتا ہے؟ کیا محتمل نہیں کہ وہ اُس وقت بھی ان لوگوں میں ہوں جو بالاتفاق ناجی ہیں؟ تو ولدِ انھیں کا تابع ہوگا اور بالتبع بھی حکمِ کفر ہرگز صحیح نہ ہو سکے گا۔ علامہ شامی قدس سرہ السامی ردالمحتار میں مسلم و کافرہ سے مولود بالزنا کی نسبت فرماتے ہیں۔

یَظْھَرُ لِیَ الْحُکْمُ بِالْاِسْلَامِ لِلْحَدِیْثِ	(مجھے اسکے مسلمان ہونے کا حکم کرنا ہی سمجھ میں آتا
اَلصَّحِیْحِ کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ	ہے اس لئے کہ حدیث صحیح ہے کہ ہر بچہ دینِ فطرت
حَتّٰی یَکُوْنَ اَبَوَاہُ ھُمَا اللَّذَانِ	پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے ماں باپ
یُھَوِّدَانِہٖ اَوْ یُنَصِّرَانِہٖ، فَاِنَّھُمْ	دونوں ہی اس کو یہودی یا نصرانی بناتے ہیں۔
قَالُوْا اِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ	علماء نے فرمایا کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
وَسَلَّمَ جَعَلَ اِتِّفَاقَھُمَا نَاقِلًا	نے ماں اور باپ دونوں کے اتفاق کو دینِ
عَنِ الْفِطْرَۃِ فَاِنْ لَّمْ یَتَّفِقَا بَقِیَ	فطرت سے منتقل کرنے والا ٹھہرایا۔ تو اگر دونوں

عَلٰی اَصْلِ الْفِطْرَۃِ ۔ وَاَیْضًا حَیْثُ نَظَرُوا الْجُزْئِیَّۃَ فِیْ تِلْکَ الْمَسَائِلِ احْتِیَاطًا فَلْیُنْظَرْ اِلَیْہَا ھٰھُنَا احْتِیَاطًا اَیْضًا ۔ فَاِنَّ الْاِحْتِیَاطَ بِالدِّیْنِ اَوْلٰی وَلِاَنَّ الْکُفْرَ اَقْبَحُ الْقَبِیْحِ فَلَا یَنْبَغِیْ الْحُکْمُ بِہٖ عَلٰی شَخْصٍ بِدُوْنِ اَمْرٍ صَرِیْحٍ ۔ اھ مُلَخَّصًا ۔ [1]

متفق نہ ہوں تو بچہ اصل فطرت پر رہے گا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ علماء نے جب ان مسائل میں احتیاطاً جزئیت کا لحاظ کیا تو یہاں بھی احتیاطاً لحاظ جزئیت ہونا چاہئے۔ کیوں کہ دین کے معاملہ میں احتیاط ہی اولی ہے اور اس لئے بھی کہ کفر سب سے بدتر قبیح ہے تو کسی شخص پر کسی امر صریح کے بغیر حکم کفر لگانا، مناسب نہیں اھ ۔ ملخصاً ۱۲ ۔ مترجم)

سبحٰن اللہ اس جرأت کی کوئی حد ہے کہ مدعا علیہ اسد اشد الا غلب، اور دلیل وگواہ مفقود وغائب ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۞

ثانیاً باجماع ائمہ اشاعرہ ۔ قُدِّسَتْ اَسْرَارُھُمْ حُسن وقُبح مطلقاً شرعی ہیں ۔ تو قبل شرع اصلاً کسی شئی کی نسبت، ایجاب یا تحریم کچھ نہیں ۔ بعض ائمہ ماتریدیہ کثّرت انوارہم بھی باآنکہ قائلِ عقلیت ہیں مگر تعرفِ عقلِ قبلِ سمع کو، مستلزم حکم وشغل ذمۂ مکلف نہیں جانتے ۔ یہی مذہب امام ابن الہمام نے اختیار فرمایا اور انہیں کی تبعیت فاضل محب اللہ بہاری نے کی مُسَلَّمُ الثُّبوت و فواتح الرحموت میں ہے ۔ [2]

(عِنْدَنَا وَعِنْدَ الْمُعْتَزِلَۃِ عَقْلِیٌّ لٰکِنْ عِنْدَنَا) مِنْ مُتَاَخِّرِی الْمَاتُرِیْدِیَّۃِ (لَا یَسْتَلْزِمُ) ھٰذَا الْحُسْنُ وَالْقُبْحُ (حُکْمًا) مِنَ اللّٰہِ سُبْحٰنَہٗ (فِی الْعَبْدِ)

(اشیاء کا حسن وقبح ہمارے نزدیک اور معتزلہ کے نزدیک عقلی ہے ۔ لیکن ہم متاخرین ماتریدیہ کے نزدیک یہ حُسن وقبح بندے کے بارے میں اللہ سبحٰنہ کی طرف سے کسی حکم کو مستلزم نہیں ۔ تو جب تک اللہ نے رسولوں کو بھیج کر

بعض ماتریدیہ کا مذہب

[1] ردالمحتار ۔ باب نکاح الکافر ۔ مطلب الولد یتبع خیر الابوین دیناً ۔ ج ۲ ص ۳۲۸ اشاعت مکتبہ نوریہ رضویہ ۔
[2] یعنی بعض ائمہ ماتریدیہ مانتے ہیں کہ اشیاء کے حسن وقبح کا ادراک عقل سے ہوتا ہے مگر وہ اس کے قائل نہیں کہ شریعت آنے سے پہلے ہی محض عقل کے ادراک پر مکلف بندہ ذمہ دار ہو جائے اور اس پر کسی کام کا کرنا یا نہ کرنا لازم ہو جائے ۱۲ ۔ محمد احمد

ثُمَّ اَلَمْ یَحْکُمِ اللّٰہُ تَعَالٰی بِاِرْسَالِ الرُّسُلِ وَاِنْزَالِ الْخِطَابِ لَیْسَ ھُنَاکَ حُکْمٌ اَصْلًا وَمِنْ ھٰھُنَا شَرَطْنَا بُلُوْغَ الدَّعْوَۃِ فِیْ تَعَلُّقِ التَّکْلِیْفِ) فَالْکَافِرُ الَّذِیْ لَمْ یَبْلُغْہُ الدَّعْوَۃُ غَیْرُ مُکَلَّفٍ بِالْاِیْمَانِ اَیْضًا وَلَا یُؤَاخَذُ بِکُفْرِہٖ. اھ. مُلَخَّصًا[1]

اور خطاب نازل فرماکر کوئی حکم نہ فرمایا یہاں بالکل کوئی حکم نہیں یہیں سے ہم نے کہا کہ مکلف ہونے کا تعلق اس شرط کے ساتھ ہے کہ دعوت پہنچی ہو۔ تو وہ کافر جسے دعوت نہ پہنچی وہ ایمان کا بھی مکلف نہیں اور اس کے کفر پر بھی اس سے مواخذہ نہ ہوگا۔ اھ. ملخصاً ۱۲۔ مترجم)

نیز فواتح میں ہے:۔

حَاصِلُ الْبَحْثِ اَنَّ ھٰھُنَا ثَلٰثَۃَ اَقْوَالٍ. اَلْاَوَّلُ مَذْھَبُ الْاَشْعَرِیَّۃِ اَنَّ الْحُسْنَ وَالْقُبْحَ فِی الْاَفْعَالِ شَرْعِیٌّ وَکَذٰلِکَ الْحُکْمُ۔ اَلثَّانِیْ عَقْلِیَّانِ وَھُمَا مَنَاطَانِ لِتَعَلُّقِ الْحُکْمِ۔ فَاِذَا اُدْرِکَ فِیْ بَعْضِ الْاَفْعَالِ کَالْاِیْمَانِ وَالْکُفْرِ وَالشِّرْکِ وَالْکُفْرَانِ یَتَعَلَّقُ الْحُکْمُ مِنْہُ تَعَالٰی بِذِمَّۃِ الْعَبْدِ وَھُوَ مَذْھَبُ ھٰؤُلَاءِ الْکِرَامِ وَالْمُعْتَزِلَۃِ اِلَّا اَنَّہٗ عِنْدَنَا لَا یَجِبُ الْعُقُوْبَۃُ بِحَسْبِ الْقُبْحِ الْعَقْلِیِّ کَمَا لَا تَجِبُ بَعْدَ وُرُوْدِ الشَّرْعِ لِاِحْتِمَالِ الْعَفْوِ بِخِلَافِ ھٰؤُلَاءِ۔
اَلثَّالِثُ عَقْلِیَّانِ وَلَیْسَا

(حاصل بحث یہ ہے کہ یہاں تین اقوال ہیں:۔
اوّل مذہب اشعریہ کہ افعال کا حسن و قبح شرعی ہے۔ اسی طرح حکم افعال بھی شرعی ہے۔
دوم حُسن و قبح عقلی ہیں۔ اور ان پر تعلق حکم کا مدار ہے۔ تو جب بعض افعال میں حکم کا ادراک ہوجائے جیسے ایمان، کفر، شرک اور کفران ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کے ذمہ حکم متعلق ہوجائے گا۔ یہی ان علماء کرام اور معتزلہ کا مذہب ہے۔ مگر یہ کہ ہمارے نزدیک قبح عقلی کے اعتبار سے عقوبت واجب نہیں ہوجاتی جیسا کہ ورود شرع کے بعد واجب نہیں کیونکہ عفو کا احتمال ہے۔ بخلاف معتزلہ کے کہ وہ واجب مانتے ہیں۔
سوم حُسن و قبح عقلی ہیں۔ اور اتنے ہی سے وہ تعلقِ حکم کے مُوجِب یا مُظہِر نہیں۔ یہی شیخ

ماتریدیہ کا موقف

[1] فواتح الرحموت از بحرالعلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی شرح مسلم الثبوت للعلامہ محب اللہ البہاری ج۱، ص ۱۲-۱۴۰

مُوْجِبَيْنِ وَلَا كَانَا شِقَّيْنِ عَنْ تَعَلُّقِهِ وَهُوَ مُخْتَارُ الشَّيْخِ ابْنِ الْهُمَامِ وَتَبِعَهُ الْمُصَنِّفُ وَرَأَيْتُ فِي بَعْضِ الْكُتُبِ اَنَّهُ وَجَدْتُ مَشَائِخَنَا الَّذِيْنَ لَاقَيْتُهُمْ قَائِلِيْنَ مِثْلَ قَوْلِ الْاَشْعَرِيَّةِ.اھ. بِتَلْخِيْصٍ لمعہ

ابن الہمام کا مختار ہے اور مصنف نے اسی کا اتباع کیا ہے اور میں نے بعض کتابوں میں پڑھا کہ میں نے اپنے ان مشائخ کو جن سے میں نے ملاقات کی ہے اشعریہ کے قول کا قائل پایا۔ اھ بتلخیص ۱۲۔ مترجم)

ان دونوں قولوں پر قبلِ شرع حکم اصلاً نہیں، تو عصیان نہیں، کہ عصیان مخالفتِ حکم کا نام ہے۔

وَلِذَا قَالَ الْاِمَامُ ابْنُ الْهُمَامِ كَيْفَ تَحَقُّقُ طَاعَةٍ اَوْ مَعْصِيَةٍ قَبْلَ وُرُوْدِ اَمْرٍ وَنَهْيٍ۔

اسی لئے ابن الہمام نے فرمایا کہ امر و نہی وارد ہونے سے پہلے کسی طاعت یا معصیت کا تحقق کیسے؟ (مترجم)

اور جب عصیان نہیں، کفر بالاولیٰ نہیں کہ وہ اخبثِ معاصی ہے۔ اور انتفائے عام مستلزم انتفائے خاص۔ یوں بھی خود ابوطالب پر تا زمانِ فترت حکمِ کفر نہ تھا، جب کفر کیا تبعیت کا اصلاً محل نہ تھا۔

جماہیر ائمہ ماتریدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اگرچہ عقل کو معرّفِ حکم مانتے ہیں، مگر نہ مطلقاً کہ یہ تو سفاہت سفہائے معتزلہ و روافض و کرامیہ و براہمہ خذلہم اللہ تعالیٰ ہے۔ بلکہ صرف امثالِ توحید و شکر و ترکِ کفران و کفر وغیرہا امورِ عقلیہ غیر محتاجِ سمع میں ـــــ اس مذہب پر پھر وہی سوال ہوگا کہ حضرت فاطمہ بنت اسد کا زمانِ فترت میں ارتکابِ شرک و اجتنابِ توحید ثابت کرو ـــــ اگر نہ ثابت کر سکو تو کیا مولی المسلمین ولی رب العٰلمین حبیب سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایسے شنیع لفظ کا اطلاق بے دلیل کر دیا جائیگا؟۔

ثالثاً اس سب سے تنزل کیجئے اور تا ظہورِ بعثت ان دونوں زن و شو کا کفر مان ہی لیجئے تو اب ایک ذرا نظرِ انصاف درکار کہ امرِ دوم کا پتا نہ لگا رہا، نہ رہے۔

نا سمجھ بچے کو بہ تبعیتِ والدین یا دار کافر کہنے کے ہرگز ہرگز یہ معنی نہیں کہ وہ حقیقۃً کافر ہے کہ

لمعہ فواتح الرحموت للعلامۃ بحر العلوم عبد العلی الفرنگی محلی ص ۱۵ ج ۱۔

یہ تو بداہۃً باطل ۔ وصفِ کفر یقیناً اُس سے قائم نہیں ۔ بلکہ اسلامِ فطری سے متصف ہے کما قدمنا ـــــ یہ اطلاق صرف از روئے حکم ہے یعنی شرعاً اس پر وہ احکام ہیں جو اس کے باپ یا اہلِ دار پر ہیں ۔ وہ بھی نہ مطلقاً ، بلکہ صرف دنیوی ۔ مثلاً وہ اپنے کافر مُورِث کا ترکہ پائے گا نہ مسلم کا ۔ کافر وارث کو اُس کا ترکہ ملے گا نہ مسلم کو ۔ کافرہ سے اس کا نکاح ہو سکتا ہے نہ مسلمہ سے ۔ وہ مرجائے تو اُس کے جنازے کی نماز نہ پڑھیں گے ۔ مسلمانوں کی طرح غسل وکفن نہ دیں گے ۔ مقابرِ مسلمین میں دفن نہ کریں گے اِلیٰ غیرِ ذٰلِکَ مِنَ الْاَحْکَامِ الدُّنْیَوِیَّۃِ ۔ فتح القدیر[عہ] میں ہے تَبَعِیَّۃُ الْاَبَوَیْنِ اَوْ اَحَدِھِمَا اَیْ فِیْ اَحْکَامِ الدُّنْیَا لَا فِی الْعُقْبٰی [۱] بحر الرائق[عہ] میں ہے اِعْلَمْ اَنَّ الْمُرَادَ بِالتَّبَعِیَّۃِ التَّبَعِیَّۃُ فِیْ اَحْکَامِ الدُّنْیَا لَا فِی الْعُقْبٰی [۱] شرنبلالیہ میں ہے اَلتَّبَعِیَّۃُ اِنَّمَا ھِیَ فِیْ اَحْکَامِ الدُّنْیَا لَا فِی الْعُقْبٰی [۱] درمختار[عہ] میں ہے تَبِعَ لَہٗ اَیْ فِیْ اَحْکَامِ الدُّنْیَا لَا الْعُقْبٰی [۱] لِمَا مَرَّ اَنَّھُمْ خَدَمُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ [۲]

اسی طرح عامۂ کتب میں ہے ۔

اور جب یہ تبعیت صرف احکام دنیوی میں ہے تو اس کا ثبوت ، احکام دنیا کے وجود پر موقوف اگر دنیا میں کوئی حکم ہی نہ ہو تو تبعیت کس چیز میں ہوگی ؟ اور پُر ظاہر کہ قبل بعثت ان امور میں کوئی حکم شرعی اصلاً اجماعاً متحقق نہ تھا ۔ تو اس وقت تک کسی نا سمجھ بچے کا بہ تبعیتِ والدین کافر قرار پانا ہرگز وجہ صحت نہیں رکھتا ۔ کہ نہ حکم نازل ، نہ تبعیت حاصل ۔ ھٰکذا ینبغی التحقیق واللہ سبحٰنہ ولی التوفیق ـــــ اس تحقیقِ انیق سے بتوفیق اللہ تعالیٰ روشن ہو گیا کہ بحمدہٖ سبحٰنہ تبعاً حکماً اِسماً وسماً کسی طرح ، کسی نوع یہ لفظِ شنیع حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ پر صادق نہ ہوا ۔ روزِ اَلَسْتُ سے ابدالآباد تک ان کا دامنِ ایمانِ مأمن ، اِس لوث سے اصلاً جزماً قطعاً مطلقاً پاک وصاف و مُنزّہ رہا ـــــ والحمد للّٰہ ربّ العٰلمین ۔

[۱] تا [۲] بچہ صرف احکام دنیا میں ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کا تابع ہے احکام آخرت میں تابع نہیں ۱۲ مترجم
[۲] کیونکہ گذر چکا ہے کہ ان کے بچے جنتیوں کے خادم ہوں گے ۔ ۱۲ ۔ مترجم ۔

عہ فتح القدیر شرح ہدایہ ۔ کمال الدین محمد بن عبد الواحد ، معروف بابن الہمام ۔ م ۸۶۱ھ ۔ ج ۲ ، ص ۹۴ ، اشاعت مکتبۂ نوریہ رضویہ عہ البحر الرائق شرح کنز الدقائق ۔ علامہ زین الدین ابن نجیم ج ۲ ، ص ۱۹۰ ۔ مطبع دار الکتب ۔ مصر ۱۳۳۳ھ
عہ الدر المختار شرح تنویر الابصار ۔ علامہ علاء الدین محمد حصکفی م ۱۰۸۸ھ ۔ ج ۱ ، ص ۷۶ مطبع نولکشور لاہور ۱۳۰۲ھ

هٰذَا كُلُّهُ مَا فَاضَ عَلٰى قَلْبِ الْفَقِيْرِ؛ مِنْ فَيْضِ اللَّطِيْفِ الْخَبِيْرِ؛ وَأَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى أَنْ يَّجْعَلَهُ ذَرِيْعَةً مَّقْبُوْلَةً لِحِفْظِ إِيْمَانِ هٰذَا الضَّعِيْفِ الْحَقِيْرِ؛ لِيَوْمِ لِقَاءِ الْمَلِكِ الْجَوَادِ الْقَدِيْرِ؛ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ؛ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلَى الْأَمَانِ الْمُؤْمِنِ الْمَوْلَى النَّصِيْرِ الشَّفِيْعِ الرَّفِيْعِ الْمُبَشِّرِ الْبَشِيْرِ؛ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَ[illegible] وَحِزْبِهٖ وَعَلِيِّ الْمُرْتَضَى الْإِمَامِ الْأَمِيْرِ؛ وَعَلَيْنَا بِهِمْ وَلَهُمْ وَفِيْهِمْ ۔ اٰمِيْنَ يَا رَبَّنَا السَّمِيْعَ الْبَصِيْرَ؛ ؂ ۔

تکمیل بحمد اللہ تعالیٰ یہی فضل اَجَلّ و اَجْمَل، بلکہ اس سے بھی اعلیٰ و اکمل، نصیب حضرت امیر المومنین، امام الشاہدین، افضل الاولیاء المحمدیین، سیدنا و مولانا، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ حکمِ تبعیت تو انھیں وجوہِ بالا سے باطل۔ چند برس کی عمر شریف ہوئی کہ پرتوِ شانِ خلیل اللّٰہی بت خانہ میں بت شکنی فرمائی۔ انکے والد ماجد سیدنا ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کہ وہ بھی صحابی ہوئے) اس زمانۂ جاہلیت میں انھیں بت خانے لے گئے اور بتوں کو دکھا کر کہا۔ هٰذِهِ اٰلِهَتُكَ الشُّمُّ الْعُلٰى فَاسْجُدْ لَهَا۔ یہ تمہارے بلند و بالا خدا ہیں انھیں سجدہ کرو۔ وہ تو یہ کہہ کر باہر گئے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قضائے مُبرم کی طرح بُت کے سامنے تشریف لائے اور براہِ اظہارِ عجزِ صنم و جہلِ صنم پرست ارشاد فرمایا۔ اِنِّیْ جَائِعٌ فَاَطْعِمْنِیْ۔ میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دے۔ وہ کچھ نہ بولا۔ فرمایا اِنِّیْ عَارٍ فَاکْسُنِیْ۔ میں ننگا ہوں مجھے کپڑا پہنا۔ وہ کچھ نہ بولا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ میں تجھ پر پتھر ڈالتا ہوں فَاِنْ كُنْتَ اِلٰهًا فَامْنَعْ نَفْسَكَ اگر تو خدا ہے تو اپنے آپ کو

؂ یہ سب وہ ہے جو قلب فقیر پر لطیف خبیر کے فیض سے فائض ہوا اور میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ اس کو بادشاہ جواد و قدیر کی ملاقات کے دن تک اس ضعیف حقیر کے ایمان کی حفاظت کا ذریعہ مقبولہ بنا دے — اور کوئی طاقت و قوت نہیں مگر اللہ علی کبیر ہی سے۔ اور اللہ رحمت و برکت و سلامتی نازل فرمائے امن دینے والے امان، نصرت فرمانے والے مولیٰ، بلند شفیع، خوشخبری دینے والے بشیر پر اور ان کی آل، اصحاب، اہل، جماعت، اور علی مرتضیٰ امام امیر پر اور ہم پر ان حضرات کے وسیلہ اور ان کے سبب اور ان کے زمرہ میں۔ قبول فرما اے ہمارے سننے دیکھنے والے رب۔ ۱۲۔ مترجم۔

بچا۔ وہ اب بھی بزا بت بنا رہا۔ آخر بقوتِ صدیقی پتھر پھینکا کہ وہ خدائے گمراہاں، موتھ کے بل گرا۔ والد ماجد واپس آتے تھے۔ یہ ماجرا دیکھا۔ کہا :۔ اے میرے بچے! یہ کیا کیا؟ فرمایا :۔ وہی جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ وہ انھیں ان کی والدہ ماجدہ حضرت ام الخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس (کہ وہ بھی صحابیہ ہوئیں) لے کر آئے اور سارا واقعہ ان سے بیان کیا انھوں نے فرمایا :۔ اس بچے سے کچھ نہ کہو۔ جس رات یہ پیدا ہوئے میرے پاس کوئی نہ تھا میں نے سنا کہ ہاتف کہہ رہا ہے :۔

یَا أَمَةَ اللهِ عَلَى التَّحْقِيقِ ، أَبْشِرِي بِالْوَلَدِ الْعَتِيقِ ، إِسْمُهُ فِي السَّمَاءِ الصِّدِّيقُ ، لِمُحَمَّدٍ صَاحِبٌ وَ رَفِيقٌ ،	اے اللہ کی بچی لونڈی! تجھے خوشخبری ہو اس آزاد بچے کی۔ اس کا نام آسمانوں میں صدیق ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یار و رفیق ہے۔ (ترجمۂ مصنف)
رَوَاهُ الْقَاضِي أَبُو الْحُسَيْنِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّبَيْدِيُّ بِسَنَدِهِ فِي ، مَعَالِي الْفَرْشِ إِلَى عَوَالِي الْعَرْشِ ، وَقَدْ ذَكَرْنَا الْحَدِيثَ بِطُولِهِ فِي كِتَابِنَا الْمُبَارَكِ - إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى مَطْلَعُ الْقَمَرَيْنِ فِي إِبَانَةِ سَبْقَةِ الْعُمَرَيْنِ	(اسے قاضی ابو الحسین احمد بن محمد زبیدی نے ، معالی الفرش الی عوالی العرش ، میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور ہم نے پوری حدیث طویل اپنی کتاب مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین [۱۲۹۷ھ] ، میں بیان کی ہے جو بابرکت (کتاب) ہے اگر اللہ نے چاہا ۱۲ م)

سولہ[۱۶] برس کی عمر میں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم پکڑے کہ عمر بھر نہ چھوڑے اب بھی پہلوئے اقدس میں آرام کرتے ہیں۔ روزِ قیامت دست بدست حضور اٹھیں گے۔ سایہ کی طرح ساتھ ساتھ داخلِ خلد بریں ہوں گے۔ جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہوئے فوراً بے تامل ایمان لائے۔ ولہٰذا سیدنا امام ابو الحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :۔

لَمْ يَزَلْ أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ بِعَيْنِ الرِّضَىٰ مِنْهُ [۱]	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ سرکار اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی میں رہے۔ ۱۲ ، مترجم

امام قسطلانی　ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں :۔

[۱] سہ ص ۳۶

اِخْتَلَفَ النَّاسُ فِیْ مُرَادِہٖ بِھٰذَا الْکَلَامِ فَقِیْلَ لَمْ یَزَلْ مُؤْمِنًا قَبْلَ الْبِعْثَۃِ وَبَعْدَھَا وَھُوَ الصَّحِیْحُ الْمُرْتَضٰی[1]

(اس کلام سے امام اشعری کی مراد میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ بیانِ مراد میں ایک قول یہ ہے کہ وہ ہمیشہ مومن رہے، قبل بعثت بھی، بعد بعثت بھی، یہی قول صحیح و پسندیدہ ہے۔ ۱۲ مترجم)

امام اجل سیدی ابوالحسن علی بن عبدالکافی تقی الدین سبکی قدس سرہ الملکی فرماتے ہیں:

اَلصَّوَابُ اَنْ یُّقَالَ اِنَّ الصِّدِّیْقَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ لَمْ یَثْبُتْ عَنْہُ حَالَۃُ کُفْرٍ بِاللہِ کَمَا ثَبَتَتْ عَنْ غَیْرِہٖ مِمَّنْ اٰمَنَ۔ وَھُوَ الَّذِیْ سَمِعْنَاہُ مِنْ اَشْیَاخِنَا وَمَنْ یُّقْتَدٰی بِہٖ وَھُوَ الصَّوَابُ اِنْ شَاءَ اللہُ تَعَالٰی[2]

(صحیح یہ کہنا ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق کوئی حالت کفر ثابت نہ ہوئی۔ جیسا کہ دوسرے ایمان لانے والوں سے متعلق ثابت ہوئی۔ یہی ہم نے اپنے شیوخ اور پیشواؤں سے سنا ہے اور یہی حق ہے — ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ۱۲ مترجم)

الحمدللہ یہ اجمالی جواب، موضح صواب، ۱۸ جمادی الآخرۃ روزِ شنبہ کو تمام اور بلحاظ تاریخ تَنْزِیْہُ الْمَکَانَۃِ الْحَیْدَرِیَّۃِ عَنْ وَصْمَۃِ عَھْدِ الْجَاھِلِیَّۃِ نام ہوا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَسِرَاجِ اُفُقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاللہُ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ جَلَّ مَجْدُہٗ اَتَمُّ وَحُکْمُہٗ عَزَّ شَانُہٗ اَحْکَمُ۔

سوال سوم

مسئلہ: از بنارس محلہ پترکنڈہ مرسلہ مولوی محمد عبدالحمید صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) ۱۸ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین ابقاہم اللہ تعالیٰ الی یوم الدین اس میں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہمیشہ کے مسلمان تھے یا کہ علیٰ مَا فِیْ تَارِیْخِ الْخُلَفَاءِ للسیوطی وَرَدِّ الْمُحْتَارِ لِابْنِ عَابِدِیْنَ وَجَامِعِ الْمَنَاقِبِ وغیرہ تیرہ یا دس یا نو یا آٹھ برس کے سن میں ایمان لائے ہیں اور اگر ہمیشہ مسلمان تھے تو پھر ایمان لانا چہ معنی دارد۔ بَیِّنُوْا بِالتَّفْصِیْلِ تُوْجَرُوْا بِالْاَجْرِ الْجَزِیْلِ۔

الجواب

حضرت امیر المؤمنین، مولی المسلمین، امام الواصلین، سیدنا ومولانا علی مرتضیٰ مشکل کشا کرم اللہ

---

[1] تا [2] ارشاد الساری شرح صحیح بخاری للعلامۃ احمد بن محمد خطیب قسطلانی ج ۶ ص ۱۵۲ مطبع نولکشور کانپور۔

تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ اور حضرت امیر المومنین امام الشاہدین افضل الاولیاء المحمدیین سیدنا و مولانا صدیق اکبر عتیق اطہر علیہ الرضوان الاجل الاطہر دونوں حضرات عالم ذریت سے روز ولادت، روز ولادت سے سن تمیز، سن تمیز سے ہنگام ظہور پرنور آفتاب بعثت، ظہور بعثت سے وقت وفات، وقت وفات سے ابدالآباد تک بحمدہ اللہ تعالیٰ موحد و موقن و مسلم و مومن و طیب و زکی و طاہر و نقی تھے، اور ہیں، اور رہیں گے کبھی کسی وقت کسی حال میں ایک لحہ ایک لحظہ ایک آن کو لوث کفر و شرک و انکار اُن کے پاک، مبارک، ستھرے، دامنوں تک اصلاً نہ پہنچا، نہ پہنچے۔ وَالحمد للہِ ربِّ العٰلمین۔

عالم ذریت سے روز ولادت تک اسلام میثاقی تھا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ۔ قَالُوْا بَلٰی ——

روز ولادت سے سن تمیز تک اسلام فطری کہ کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ سن تمیز سے روز بعثت تک اسلام توحیدی کہ اُن حضرات والاصفات نے زمانۂ فترت میں بھی کبھی بت کو سجدہ نہ کیا۔ کبھی غیر خدا کو خدا نہ قرار دیا ہمیشہ ایک ہی جانا۔ ایک ہی مانا۔ ایک ہی کہا۔ ایک ہی سے کام رہا۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ —— پھر ظہور بعثت سے ابدالآباد تک حال تو ظاہر و قطعی و متواتر ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ فقیر غفر لہ اللہ المولی القدیر نے یہ نفیس مطلب بقدر حاجت اپنے رسالۂ موجزہ تنزیہ المکانۃ الحیدریہ عن وصمۃ عہد الجاہلیہ میں واضح کیا۔

ثم اقول و باللہِ التوفیق:- ظاہر ہے کہ تا اوانِ فترت اس زمانِ جاہلیت و مکانِ اُمیت و ہیجانِ غفلت میں سیئات پر اطلاع کے تو کوئی معنی ہی نہ تھے، اسی طرح نبوت و کتاب کہ وہ لوگ ان امور سے واقف ہی نہ تھے، و لہٰذا براہِ عجب کہتے اَبَعَثَ اللہُ بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ کیا خدا نے آدمی کو رسول بنایا[1] اور کہتے مَالِ ھٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ یہ رسول کیسا ہے کہ ہماری طرح کھانا کھاتا اور بازاروں میں چلتا ہے[2] —— اور پر ظاہر کہ حکم، بے تصور محکوم علیہ محال قطعی۔ تو جس چیز سے ذہن اصلاً خالی اس کی تصدیق و تکذیب دونوں ممتنع عقلی۔ وَقَدْ قَالَ تَعَالٰی مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُھُمْ فَھُمْ غٰفِلُوْنَ[3] لہٰذا اُس زمانے میں صرف توحید مدارِ اسلام و مناطِ نجات و نافیِ کفر تھی۔ موحدانِ جاہلیت

---

[1] پ ۱۵ ع ۱۱۔ بنی اسرائیل آیت ۹۴

[2] پ ۱۸ ع ۱۶۔ فرقان آیت ۷

[3] پ ۲۲ ع ۱۔ یٰس آیت ۶

کا مسئلۂ اجماعیہ کسے نہیں معلوم؟ــــــ بایں ہمہ وہ اسلام ضروری تھا کہ اُس وقت اسی قدر ممکن تھا، اصلِ دین و مرضیِ رب العلمین جسے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ[۱] فرمایا گیا تمام ایمانیات پر ایمان لانا ہے۔ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ یہ بغیر بعثت و بلوغ دعوت ناممکن ــــــ اور اس کا بھی فردِ اکمل وہ ہے جس کی نسبت ابراہیم خلیل و اسمٰعیل ذبیح صلی اللہ تعالیٰ علیہما وسلم نے دعا کی۔ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ[۲] جس کی نسبت ارشاد ہوتا ہے ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ[۳] یعنی اس نبی کریم افضل المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین کی امتِ مرحومہ میں داخل ہونا ــــــ یہ اسلام کا اطلاقِ اخص واکمل واجل واجمل ہے ــــــ ان دونوں معنی پر ان حضرات عالیات رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ آٹھ یا دس برس کی عمر میں اسلام لائے، یہ ارشاد اقدس سنتے ہی فوراً بلا تامل مسلمان ہوئے" معہٰذا اس میں ایک سر یہ ہے کہ بعد بعثت و بلوغ دعوت صرف اُس اسلام ضروری پر قناعت کافی و وجہ نجات نہیں۔ اگر کوئی شخص فترت میں صدہا سال موحد رہتا اور بعد دعوت تصدیق نہ کرتا وہ اسلام سابق یقیناً زائل ہو کر کافر مخلد فی النار ہو جاتا ــــــ تو جس نے فوراً تصدیق کی اُس پر حکمِ اسلام اُس وقت سے تام و قائم و محکم و مستقر ہوا۔

علاوہ بریں رب العزت عزّ وجلّ اپنے خلیلِ جلیل سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی نسبت فرماتا ہے:۔

اِذْ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝[۴]	جب اس سے فرمایا اس کے رب نے کہ اسلام لا بولا میں اسلام لایا رب العلمین کے لئے۔

جب خلیلِ کبریا علیہ الصلاۃ والثنا کو اسلام لانے کا حکم ہونا اور اُن کا عرض کرنا کہ میں اسلام لایا۔ معاذ اللہ ان کے ایمانِ قدیم و اسلام مستمر کا منافی نہ ہوا کہ حضرات انبیاء علیہم التحیۃ والثنا کی طرف بعد

حاشیہ: حضرات عالیات کو اسلام لانا بمعنی دیگر وارد ہے

حاشیہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسلام لانا بمعنی دیگر وارد ہے

[۱] پ ۳ ع ۱۰۔ آل عمران۔ آیت ۱۹۔

[۲] پ ۱ ع ۱۵۔ بقرہ۔ آیت ۱۲۸۔

[۳] پ ۱۷ ع ۱۷۔ حج۔ آیت ۷۸۔

[۴] پ ۱ ع ۱۶۔ بقرہ۔ آیت ۱۳۱۔

بعثت و پیش از نبوت کبھی کسی وقت ایک آن کے لئے بھی غیر اسلام کو اصلاً راہ نہیں، تو صدیق و مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت یہ الفاظ کہ فلاں دن مسلمان ہوئے، اس روز اسلام لائے، ان کے اسلام سابق کے معاذ اللہ کیا مخالف ہو سکتے ہیں۔ ھٰذَا کُلُّہٗ وَاضِحٌ مُّبِیْنٌ۔ وَالحمدُ للہ ربِّ العٰلمین۔

بحمد اللہ تعالیٰ فقیر کی اس تقریر سے جس طرح سے روافض کا نفیِ خلافتِ صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے براہِ عناد و مکابرہ آیۂ کریمہ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۰ [1] سے سفیہانہ استدلال — جس کا نہ صغریٰ صحیح، نہ کبریٰ ٹھیک — ہباءً منثوراً ہو گیا یوں ہی تفضیلیہ کا وہ باطل خیال، کہ قدیم اسلام خاصۂ حضرت مرتضوی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہے لہٰذا وہ خلفائے ثلٰثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل، مدفوع و مقہور ہو گیا۔

صدیق اکبر کا قدیم الاسلام ہونا

فاقول وباللّٰہ التوفیق۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لحاظ سے تو یہ تخصیص ہی غلط کہ وہ بھی اس فضلِ جلیل میں شریکِ حضرت اسد اللہ الغالب، بلکہ انصاف کیجئے تو شریک غالب ہیں۔ اگرچہ دونوں حضرات قدیم الاسلام ہیں کہ ایک آن ایک لمحہ کو ہرگز ہرگز متصف بکفر نہ ہوئے۔ مگر اسلام میثاق و اسلامِ فطری کے بعد اسلامِ توحیدی و اسلامِ اخص دونوں میں صدیق اکبر کا پایہ ارفع و اعلیٰ ہے۔ توحیدی میں یوں کہ صدیق اکبر کی ایک عمرِ کثیر اس زمانۂ ظلمت و جہالت میں گزری۔ ابتداء میں مدتوں حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ اسلام پناہ سے دوری رہی۔ اس پر بچپنے کی کچی سمجھ میں ان کے والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہ اس وقت تک مبتلائے شرک تھے اپنے دینِ باطل کی تعلیم دینا، بت خانے میں لے جاکر سجدۂ بت کی تعلیم کرنا۔ غرض رہنما مفقود، رہزنی موجود۔ بایں ہمہ ان کا توحیدِ خالص پر قائم رہنا، اللہ اکبر کیسا اجلّ و اعظم ہے۔ حضرت امیر المومنین مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ نے آنکھ کھولی تو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا جمالِ جہاں آرا دیکھا حضور ہی کی گود میں پرورش پائی، حضور ہی کی باتیں سنیں، حضور ہی کی عادتیں سیکھیں، شرک و بت پرستی کی صورت ہی اللہ تعالیٰ نے کبھی نہ دکھائی آٹھ یا دس سال کے ہوئے کہ آفتابِ جہاں تابِ رسالت اپنی عالم گیر تابشوں کے ساتھ چمک اٹھا — والحمد للہ رب العلمین۔ اسلامِ اخص میں یوں کہ صدیق اکبر نے فوراً اپنا اسلام سب پر ظاہر و آشکارا کر دیا، ہدایتیں فرمائیں، کفار کے ہاتھوں سے اذیتیں پائیں، جن کی تفصیل ہماری کتاب التفضیل

[1] پ ۱ ع ۱۵۔ بقرہ ت ۱۲۴۔

مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین، وغیرہ کتب حدیث میں ہے۔

اور امیر المومنین مولیٰ علی کی نسبت آیا کہ کچھ دنوں اپنے باپ ابوطالب کے خوف سے کہ لازمۂ صغر سن ہے اپنے اسلام کا اخفا فرمایا امام حافظ الحدیث خیثمہ بن سلیمان قرشی وامام دارقطنی ومحب الدین طبری وغیرہم حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں۔

اِنَّ اَبَا بَکْرٍ سَبَقَنِیْ اِلٰی اَرْبَعٍ لَمْ اُوْتَهُنَّ۔ سَبَقَنِیْ اِلٰی اِفْشَاءِ الْاِسْلَامِ، وَقِدَمِ الْهِجْرَةِ، وَمُصَاحَبَتِهٖ فِی الْغَارِ، وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ — وَاَنَا یَوْمَئِذٍ بِالشِّعْبِ. یُظْهِرُ اِسْلَامَهٗ وَاُخْفِیْهِ۔ الحدیث۔

بیشک ابوبکر چار باتوں کی طرف سبقت لے گئے کہ مجھے نہ ملیں انھوں نے مجھ سے پہلے اسلام آشکارا کیا۔ اور مجھ سے پہلے ہجرت کی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یار غار ہوئے۔ اور نماز قائم کی۔ اس حالت میں کہ میں دنوں دنوں گھروں میں تھا۔ وہ اپنا اسلام ظاہر کرتے اور میں چھپاتا تھا۔ (ترجمۂ مصنف)

امام قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں اَوَّلُ ذَکَرٍ اَسْلَمَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ وَهُوَ صَبِیٌّ لَمْ یَبْلُغِ الْحُلُمَ وَکَانَ مُسْتَخْفِیًا بِاِسْلَامِهٖ، وَاَوَّلُ رَجُلٍ عَرَبِیٍّ بَالِغٍ اَسْلَمَ وَاَظْهَرَ اِسْلَامَهٗ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ قُحَافَةَ۔[1] امام ابوعمر ابن عبدالبر روایت فرماتے ہیں اِنَّ مُحَمَّدَ بْنَ کَعْبٍ الْقُرَظِیَّ سُئِلَ عَنْ اَوَّلِهِمَا اِسْلَامًا فَقَالَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَلِیٌّ اَوَّلُهُمَا اِسْلَامًا وَاِنَّمَا اشْتَبَهَ عَلَی النَّاسِ لِاَنَّ عَلِیًّا اَخْفٰی اِسْلَامَهٗ عَنْ اَبِیْهِ وَاَبُوْ بَکْرٍ اَظْهَرَهٗ[2]

وَلہٰذا احادیث حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآثار صحابہ کرام واہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کہ صدیق کا اسلام سب کے اسلام سے افضل، اور ان کا ایمان تمام امت کے ایمان سے ازید واکمل ہے کما بیناہ فی کتابنا المذکور المبارک ان شاء اللہ تعالیٰ۔

فضیلت فاروق و ذوالنورین

رہے امیر المومنین فاروق وامیر المومنین غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما مذہب جمہور اہلسنت میں امیر المومنین حیدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تو وہ دونوں افضل اور امیر المومنین صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ سب سے افضل مگر اس وجہ سے افضل نہیں کہ یہ قدیم الاسلام ہیں وہ جدید الاسلام۔ کہ یہ تو فضل جزئی ہے جو مفضول

[1] مواہب لدنیہ ص ٤٥ مطبعہ شرقیہ ١٣٢٠ھ/١٩٠٢ء [2] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ابوعمر یوسف بن عبداللہ معروف بہ علامہ ابن عبدالبر ٣٦٨ھ/٤٦٣ھ ص ٥٧ ج ٢ طبع ثانی مطبعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد ١٣٣٦ھ۔

کو بھی افضل پر مل سکتا ہے۔ فضلِ کلی اور شئ ہے۔ جس کی تحقیق انیق ہم نے کتاب مذکور میں ذکر کی۔ قِدَمِ اسلام اگر موجبِ افضلیت ہو تو لازم آئے کہ من و تو زید و عمرو کہ بعونہ تعالیٰ باپ دادا پر دادا پشتہا پشت سے مسلمان چلے آتے ہیں عمر و عثمان ابو ذر و سلمان و حمزہ و عباس و غیرہم صحابہ کرام و اہلبیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے معاذ اللہ۔ افضل ٹھہریں۔ تو اس بنا پر دعوی افضلیت محض جہالت اور فضل جزئی و کلی کے تفرقہ سے غفلت ہے۔ وَاللّٰہُ الْھَادِیْ وَوَلِیُّ الْاَیَادِیْ وَاللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ جَلَّ مَجْدُہٗ اَتَمُّ وَ اَحْکَمُ۔

سوال سوم

مسئلہ :- از بنارس محلہ کندی گڈھ ٹولہ مسجد بی بی راجی شفاخانہ مرسلہ مولوی حکیم عبد الغفور صاحب ۱۴ رجب ۱۳۱۲ھ۔

مَا قولکم ایہا العلماء ابقاکم اللّٰہ تعالٰی الی یوم الجزاء فی المسئلۃ التی ترسل الیکم

زید کہتا ہے چونکہ علی مرتضیٰ نے آٹھ دس برس کی عمر میں اسلام قبول کیا اور اس کے پہلے کبھی دامنِ پاک آپ کا نجاستِ شرک و کفر سے آلودہ نہیں ہوا اور حدیث شریف کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ الخ دلالت کرتی ہے کہ کل بچے کا دین اسلام ہے۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ جناب علی مرتضیٰ ہمیشہ سے مسلمان تھے عمرو کہتا ہے کہ جب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے آٹھ دس برس کی عمر میں اسلام قبول کیا تو یہ کہنا کہ آپ ہمیشہ سے مسلمان تھے محض غلط ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

قول زید حق و مقبول و زعم عمرو باطل و مخذول ہے۔ کَمَا حَقَّقْنَا بِتَوْفِیْقِ اللّٰہِ تَعَالٰی فِیْ تَنْزِیْہِ الْمَکَانَۃِ الْحَیْدَرِیَّۃِ عَنْ وَصْمَۃِ عَہْدِ الْجَاہِلِیَّۃِ۔ ہاں عبارتِ زید میں، یہ لفظ قابلِ گرفت ہے۔ کہ ہم کہہ سکتے ہیں، اس سے بوئے ضعف آتی ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں۔ ہم بالیقین کہتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ ـــ بے شک حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ ہمیشہ سے مسلمان صحیح الایمان تھے اور بے شک انھوں نے آٹھ دس برس کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ ان دونوں باتوں میں اصلاً تنافی نہیں۔ یہ اسلام متأخر وہ ہے جس کا ذکر (اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی عَلَمِ الْاِیْمَانِ اَصْلِ الْاِیْمَانِ عَیْنِ الْاِیْمَانِ وَاٰلِہٖ وَسَلِّمْ) کریمہ مَا الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰکِنْ جَعَلْنٰہُ نُوْرًا الآیہ [1]

---

[1] آیت ۵۲ - سورۂ شوریٰ پ ۲۵ ع ۶ - پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے :- اور یوں ہی ہم نے تمہیں وحی بھیجی ایک جاں فزا چیز اپنے حکم سے، اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ (ایمان) احکام شرع کی تفصیل۔ ہاں ہم نے اسے (کتاب و ایمان کو) نور کیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں سے جسے چاہتے ہیں، اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو ۱۲ - مترجم

یعنی اسلام خاص زمانِ بعثت کہ کتاب و رسول پر ایمان اور عقائدِ سمعیہ کے اِذعان پر مشتمل ہو۔ یہ بے شک بعد بعثت حاصل ہوا۔ اس کا حدوث قدمِ اسلام توحیدی کا منافی نہیں۔ کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی مَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَہِیْدٌ۔ تفسیر کبیر میں زیرِ آیۂ کریمہ منجملہ وجوہِ تاویل مذکور ہے:

اَلرَّابِعُ اَلْاِیْمَانُ اَلْاِقْرَارُ بِجَمِیْعِ مَا کَلَّفَ اللہُ تَعَالٰی بِہٖ وَاِنَّہٗ قَبْلَ النُّبُوَّۃِ مَا کَانَ عَارِفًا بِجَمِیْعِ تَکَالِیْفِ اللہِ تَعَالٰی بَلْ اِنَّہٗ کَانَ عَارِفًا بِاللہِ تَعَالٰی وَذٰلِکَ لَا یُنَافِیْ مَا ذَکَرْنَاہُ۔

اَلْخَامِسُ صِفَاتُ اللہِ تَعَالٰی عَلٰی قِسْمَیْنِ: مِنْھَا مَا یُمْکِنُ مَعْرِفَتُہٗ بِمَحْضِ دَلَائِلِ الْعَقْلِ وَمِنْھَا مَا لَا یُمْکِنُ مَعْرِفَتُہٗ اِلَّا بِالدَّلَائِلِ السَّمْعِیَّۃِ۔ فَھٰذَا الْقِسْمُ الثَّانِیْ لَمْ تَکُنْ مَعْرِفَتُہٗ حَاصِلَۃً قَبْلَ النُّبُوَّۃِ [1]

تفسیر ارشاد العقل السلیم میں ہے:

اَیِ الْاِیْمَانُ بِتَفَاصِیْلِ مَا فِیْ تَضَاعِیْفِ الْکِتَابِ مِنَ الْاُمُوْرِ الَّتِیْ لَا تَھْتَدِیْ اِلَیْھَا الْعُقُوْلُ لَا الْاِیْمَانُ بِمَا یَسْتَقِلُّ بِہِ الْعَقْلُ وَالنَّظَرُ۔ فَاِنَّ دِرَایَتَہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَہٗ مِمَّا لَا رَیْبَ فِیْہِ قَطْعًا [2] ـــــ اسی کے قریب قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے شفا شریف میں نقل کرکے فرمایا: ـــ وَھُوَ اَحْسَنُ وُجُوْھِہٖ اھ [3]

واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

تمت

[1] تفسیر کبیر مفاتیح الغیب۔ فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی (م ۶۰۶ھ) ص ۱۹۰ ج ۲۷ مطبعہ بہیہ مصر۔
ترجمۂ عبارت:- وجہ چہارم ایمان ان تمام چیزوں کے مان لینے کا نام ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے بندوں کو مکلف بنایا۔ اور حضور قبل نبوت اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ تمام احکام و تکالیف سے واقف نہ تھے بلکہ وہ خداوند تعالیٰ کے عارف تھے اور یہ اسکے منافی نہیں جو ہم نے ذکر کیا (کہ قبل وحی بھی انبیاء کا کفر سے منزہ ہونا اجماعی ہے)۔ وجہ پنجم: صفات الٰہی کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ جن کی معرفت عقلی دلیلوں سے ہو سکتی ہے (۲) وہ جن کی معرفت سمعی دلیلوں کے بغیر ممکن نہیں۔ تو اسی قسم دوم کی معرفت قبل نبوت نہ تھی ۱۲ م

[2] ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم۔ علامہ ابو السعود محمد بن محمد مصطفیٰ عمادی (۸۹۸ھ/۹۸۲ھ) ص ۶۴۲ - برہامش تفسیر کبیر ج ۷، مطبوعہ شرفیہ مصر۔ ترجمۂ عبارت:- اس آیت میں ایمان سے مراد اُن امور کی تفصیلات پر ایمان ہے جو کتاب کے وسیع صفحات میں مندرج ہیں جن تک از خود عقلوں کی رسائی نہیں۔ اُن امور سے متعلق ایمان کی نفی مراد نہیں جن کو عقل و فکر خود جان لیتی ہے اور کتاب و وحی کی محتاج نہیں ہوتی۔ قبل نبوت بھی اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آشنا ہونے میں قطعاً کوئی شک و شبہہ نہیں۔ ۱۲ مترجم۔

[3] وجوہِ تاویل میں یہ سب سے عمدہ ہے۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ۔ قاضی عیاض یحصبی اندلسی (م ۵۴۴ھ) ج ۲ ص ۱۱۴ ـــ مطبعۃ الاستقامۃ قاہرہ۔ ۱۲ محمد احمد مصباحی۔

فروغِ اہلسنت کیلئے امام اہلسنت کا دس نکاتی پروگرام

① عظیم الشان مدارس کھولے جائیں۔ باقاعدہ تعلیمیں ہوں

② طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں

③ مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں اُن کی کارروائیوں پر دی جائیں

④ طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دیکر اس میں لگایا جائے۔

⑤ اُن میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دیکر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً و تقریراً و وعظاً و مناظرۃً اشاعتِ دین و مذہب کریں

⑥ حمایتِ مذہب و ردِّ بدمذہباں میں مفید کتب و رسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں

⑦ تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مُفت تقسیم کئے جائیں۔

⑧ شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبیٔ اعدار کے لئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔

⑨ جو ہم میں قابلِ کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انھیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

⑩ آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایتِ مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلا قیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

حدیث کا ارشاد ہے کہ "آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا" اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲، صفحہ ۱۳۳)

RAZA OFFSET Mumbai-3 • Tel.: 23456313